

Estd. 1934
OM
DELHI
Diwali Number
November 1960

Diwali Greetings and Best of All Good Wishes

FROM

Shri A. R. Davar, New Delhi.

Wonderful Ways of Wealth

AN EYE OPENER FOR THE WORSHIPPERS OF WEALTH (Lakshmi)

There is nothing so little understood in this world as Lakshmi.
let those who strive after happiness look at her.

When won she is hard to keep, when bound fast by the firm cords of heroism she vanishes, when held by a cage of swords brandished by a thousand fierce champions, she yet escapes, when guarded by a thick band of elephants, dark with a storm of ichor, she yet flees away. She keeps not friendships : she regards not race, She recks not of beauty, she follows not the fortunes of a family, she looks not on character, she counts not cleverness, she hears not sacred learning, she courts not righteousness, she honours not liberality; she values not discrimination; she guards not conduct, she understands not truth; she makes not auspicious marks her guide; like the outline of an aerial city, she vanishes even as we look on her.

Full of fickleness, she leaves even a king, richly endowed with friends, judicial power, treasure and territory. Like a creeper, she is ever a parasite; like the rainy season she sends forth but a momentary flash; like an evil demon she with the height of many men crazes the feeble mind.

As if jealous, she embraces not him whom learning has favoured; she touches not the virtuous man, as being impure; she despises a lofty nature as unpropitous; she regards not the gently born, as useless. She leaps over a courteous man as a snake; she avoids a hero as a thorn; she forgets a giver as a nightmare, she keeps far from a temparate man as a villain, she mocks at the wise as a fool, she manifests her ways in the world as if in a jugglary that unites contradictions. Though attached to the highest, she loves the base; like a creature of dust, she soils even the pure.

She is the cataract gathering over eye lighted by the wisdom.

The hot-bed of the pustules of scandal, the prologue of the drama of fraud, the roar of the elephant of passion, the slaughter house of goodness, the tongue of **RAHU** for the m on of holiness. Truly, even in a picture she moves, even in a book she practises magic, even cut in a gem she deceives, even when heard she misleads, even when thought of she betrays.

(Condensed from Kadambri)

ANTIDOTE

If you give what you have :
You get what you have not
Try it if you are sensible.
It is never too Late.

جاری شدہ سنہ ۱۹۳۴ء

ایڈیٹر
گورکھ ناتھ
نندہ

سالانہ چندہ
۶/۸/۰ روپیہ

ممالک غیر سے
۸/۸ روپے

قیمت
فی پرچہ
آٹھ آنہ
۸ ر

رسالہ اوم دہلی کا دیوالی نمبر

فہرست مضامین بابت نومبر سنہ ۱۹۴۰ء

(شری برہمانند پرنٹر پبلشر کے باہتمام کھنہ لیتھو پریس دہلی میں چھپا اور دفتر رسالہ اوم ۱ بازار اجمیری گیٹ دہلی سے شائع ہوا)

اغراض و مقاصد

(۱) زمانہ حال کی زبان میں برہم گیان کی تعلیم دینا (۲) بھگتوں۔ یوگیوں، گیانیوں اور دوسرے مہا پُرشوں کے ابھارنے والی زندگیوں کے مؤثر حالات پیش کرنا (۳) عالمگیر اور ابدی سچائیوں کی اشاعت کے ذریعے تعصب اور تنگدلی کو دور کرنا (۴) ماضی و حال کے بلند ترین خیالات اور نہایت گہرے رُوحانی تجربات کو پیش کرنا (۵) تمام قوموں اور نسلوں کے درمیان انسانی وحدت دکھلا کر باہمی رواداری اور قدر شناسی اور اتحاد کی سپرٹ کو بڑھانا۔

قواعد و ضوابط

۱۔ یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

۲۔ اہلِ قلم حضرات کے مضامین بھی رسالہ ہذا میں درج ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ اس کے ادبی و رُوحانی معیار پر پورے اُتریں (۳) اگر کسی صاحب کو کوئی پرچہ وقت پر نہ ملے تو وہ ۱۰ تاریخ تک چٹھی لکھ کر پرچہ طلب کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد تعمیل نہ ہوگی (۴) خط و کتابت کرتے وقت اپنا نام اور پتہ خوشخط حروف میں لکھنا چاہیئے۔ تاکہ رقم درست طور پر اصحاب متعلقہ کے حساب میں جمع ہو سکے۔

ضروری التماس!

جن اصحاب کی خدمت میں کسی سجن کی سفارش پر یا انہیں دھرم پریمی خیال کر کے یا اُن کی اپنی ہی درخواست پر پرچہ ہذا بطور نمونہ ارسال ہوتا ہے۔ اِن کا اخلاقی فرض ہے۔ کہ پرچہ کے مطالعہ کے بعد وہ اپنی خریداری کی منظوری یا نامنظوری سے مطلع کریں کیونکہ جہاں ہم نے اُنکے دھارمک جذبات کی توقع پر اُن کے شبھ نام پر پرچہ مفت ارسال کرنے میں تامل نہیں کیا۔ اور آٹھ آنے کا خرچ برداشت کیا ہے۔ وہاں ہم اُنکی طرف سے پانچ نئے پیسے کے جواب کی توقع رکھنے میں حق بجانب ہیں۔

دوسری بات یہ کہ یہ پرچہ کوئی بیوپارک پرچہ نہیں۔ روپیہ کمانے کی غرض سے جاری نہیں ہُوا۔ بلکہ رُوحانی خیالات کے مشن کو لے کر جاری ہُوا ہے۔ اسلئے یہ سب کا ہے۔ اور سب کے لئے ہے۔ اور سبھی کو اسے کامیاب بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ایسے بلند پایہ اور ہر لحاظ سے بہتر پرچہ کی ہر ایک سجن کو خود بھی سرپرستی کرنی چاہیئے اور دیگر دوستوں کو بھی اس کا خریدار بنانا چاہیئے۔

اگر قربِ خدا چاہے تو نیکی سے محبت کر　　بدی میں بہتری کی کوئی صورت ہو نہیں سکتی

روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک

رسالہ "اوم" دہلی

بابت ماہ نومبر ۱۹۶۰ء

امن اور شانتی کا اپائے

از ایڈیٹر

وحدانیت کی تعلیم ہی دنیا کو دائمی امن اور شانتی دے سکتی ہے

دو انجان لڑکے آپس میں لڑ رہے تھے۔ اُن کے ہاتھوں میں کانٹوں والی تار تھی جس کو ایک اپنی طرف کھینچتا تھا اور دوسرا اپنی طرف۔ دونوں کی کشمکش کا مقصد اس تار کو حاصل کرنا تھا۔ پاس سے ایک راہگذر رہا تھا اس نے اُن کی جہالت پر افسوس کیا اور اُن کو مخاطب کر کے کہا، کہ اے نادان بچو! اس تار کو کیا کرو گے۔ جھگڑا چھوڑ دو۔ لیکن وہ مورکھ اپنی ضد پر اڑے تھے۔ وہ بھلا کب کسی کی سنتے تھے۔ غرضیکہ اُن دونوں نے اپنے ہاتھ اُس تار سے چھلنی کر لئے اور زخم ہو جانے کے باعث آہ و زاری کرنے لگے؛

یہی حال آج کی دُنیا کا ہے۔ بڑی بڑی حکومتیں ان مایاوی پدارتھوں کو حاصل کرنے اور اپنی سلطنت کو بڑھانے کے لئے کوشاں ہیں۔ یہ مایاوی پدارتھ ہی وہ کانٹوں والی تار ہے جو کہ جھگڑے کا کارن ہے۔ مذہب (جو کہ شانتی اور اطمینان قلبی کا دعویدار ہے) کا رُخ بھی تعصب اور تنگدلی کی طرف ہے۔ وہ ست سناتن ویدک دھرم جو کہ ایشوری دھرم ہے۔ اُس کو باطل اور لغو کہہ کر لوگوں کو اس سے متنفر کر کے اپنی علیحدہ دو اینٹ کی مسجد تیار کرنی چاہتا ہے۔ سائنس کی ایجادات، ایٹم وغیرہ بھی دُنیا کو تباہی کی طرف ہی لے جا رہے ہیں۔

انسان ہر سمت سے مصیبت میں گھرا ہوا ہے، جس کو دیکھو پریشان ہی نظر آتا ہے۔ راجہ

اور پرجا تمام دُکھی ہیں جس کا سبب محض روحانیت کی کمی اور اصلیت کو نہ جاننا ہی ہے۔ اگر انسان کسی سچے اصول پر قائم ہو کر زندگی بسر کرے تو یہ سب دُکھ اور کلیش رفع ہو سکتے ہیں۔ وحدانیت کا سچا پرچار ہی دُنیا کو جہالت کے گڑھے سے نکال سکتا ہے۔ وحدانیت کی تعلیم کے لوپ ہو جانے سے آج ہمیں دُنیا میں خونریزی، بے انصافی۔ زرپرستی۔ کٹڑپنا۔ بے جا حمائیت۔ خودی کی اشاعت۔ ایک قوم کا دوسری قوم کے حقوق کو غصب کرنا۔ پریم کی جگہ نفرت، یہ تمام باتیں جو کہ تہذیب اور انسانیت کے نام پر سخت دھبہ ہیں نظر آ رہی ہیں۔ سچے اور صحیح معنوں میں روحانیت کی تعلیم سے ہی دُنیا میں دائمی امن قائم ہو سکتا ہے۔

ہمارے پراچین رشیوں نے دُنیا کو وحدانیت کا سبق سکھایا۔ اُنہوں نے ویدوں کا سار نکال کر اُپنشدوں کے روپ میں دکھا دیا۔ اُپنشدوں کی تعلیم ہی سچی وحدانیت کی تعلیم ہے۔ اور اس کو ہی ویدانت کہتے ہیں۔ ویدانت وحدانیت کا سبق سکھاتا ہے۔ اسکی تعلیم میں ایک ہستی۔ ایک ہی زندگی اور ایک ہی واجب الوجود کا خیال دلایا جاتا ہے۔ ویدانت واچک گیان نہیں ہے بلکہ یہ عملی فلسفہ ہے۔ اس کا تعلق صرف ایکانت سیون کرنے والے اور تیاگی رشیوں سے ہی نہیں رہا بلکہ یہ راجہ جنک۔ بھگوان رام بھگوان کرشن۔ گورو گوبند سنگھ وغیرہ وغیرہ تخت نشین راجاؤں مہاراجاؤں کا آدرش رہا ہے۔ اس لئے اس تعلیم پر یہ الزام کہ یہ محض تیاگ کی زندگی سکھاتا ہے۔ غلط ہے۔ یہ تو کرم کرتے ہوئے نہ کرم بننے کی تلقین کرتا ہے۔

ویدانت کی تعلیم کے پرچارک برہم گیانی۔ برہم نشٹھ برہم شروتری شری گورو ارجن دیو جی مہاراج اپنے انمول رتن شری سکھمنی صاحب میں یوں فرماتے ہیں :-

کرم کرے ہووے نہہ کرم　　تس ویشنو کا اُتم دھرم

بھگوان کرشن نے جنگ کے وقت جہاں ارجن کو موہ کا تیاگ کر کے سرگرمی اور جوش کا سبق دیا وہاں ساتھ ہی ساتھ حد درجہ کی شانتی کا آدرش بھی دکھایا۔ یہی کرم کا راز ہے۔ جس کو سمجھنے کے لئے آتم گیان کی ضرورت ہے آتما اسنگ ہے۔ نرلیپ ہے۔ اکرتا ہے۔ نشکریہ ہے۔ تمام کرم شریر سے ہوتے ہیں۔ لیکن اس گیان کا نتیجہ صرف نشکام کرم یوگی کو ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اُس نے وویک دوارہ آتما اور شریر کے بھید کو جان لیا ہے۔ وہ شریر سے کام لیتا ہُوا یہ محسوس کرتا ہے کہ من بدھی اندریاں اپنے اپنے کام میں پرورت ہو رہی ہیں۔ لیکن میں ست چت آنند روپ آتما ان سے نیارا ہُوں۔ بھگوان نے گیتا میں ایسے یوگی پُرش کا نتیجہ اس طرح بیان کیا ہے۔

नैव किंचित करो मीति वक्तो मन्येत तत्त्ववित्।
पश्यञ्शृण्वन्स्पृशञ्जिघ्रन्नश्नन्गच्छन्स्वपञ्श्वसन्॥
प्रलपन्विसृजन्गृह्णन्नुन्मिषन्निमिषन्नपि।
इन्द्रियाणीन्द्रियार्थेषु वर्तन्त इति धारयन्॥

—..—..—

ارتھ :- ہے ارجن! تتو کو جاننے والا سانکھیہ یوگی تو دیکھتا ہُوا۔ سُنتا ہُوا۔ سپرش کرتا ہُوا۔ سونگھتا ہُوا بھوجن کرتا ہُوا۔ چلتا ہُوا، سوتا ہُوا۔ سوانس لیتا ہُوا۔ بولتا ہُوا۔ تیاگتا ہُوا۔ گرہن کرتا ہُوا۔ آنکھوں کو کھولتا اور بند کرتا ہُوا یہ نشچے رکھتا ہے کہ سب اندریاں اپنے اپنے کرموں میں پرورت ہو رہی ہیں لیکن میں لنفسہٖ کچھ بھی نہیں کرتا ہوں۔

لیکن یہ نشچے عام لوگ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جب تک دیہہ ابھیمان یعنی میں جسم ہوں۔ یہ جسم میرا ہے۔ ایسی خودی قائم ہے۔ تب تک یہ گیان عملی صورت اختیار نہیں کرتا۔ محض واچک ہی ہوتا ہے۔ اسی لئے نشکام کرم یوگ کی ماہیت کو سمجھنا مشکل ہے۔ نشکام کرم کرنے والا ہی اصل یوگی ہے۔ اور روحانیت کی منزل کی یہ پہلی سیڑھی ہے۔ کرم کے پھل کی خواہش کو چھوڑ کر کرم کرنا ہی نشکام کرم کہلاتا ہے۔ لیکن جب تک یہ شریر کے ساتھ بندھا پڑا ہے اور وویک دوارہ اس نے شریر اور آتما کا۔ درشٹا اور درشیہ کا۔ ست اور استت کا۔ جڑ اور چیتن کا ۔۔ الگ الگ سروپ نہیں جانا۔ تب تک یہ نشکام کرم کے اصل راز کو سمجھ ہی نہیں سکتا۔ نشکام کرم کا دوسرا نام ہی ایشور ارپن کرم ہے۔ ایشور ارپن کرنے والے کو ہی کرم یوگی کہا جاتا ہے۔ پھل کی خواہش چھوڑ کر کرم کرنے سے ہی انتہ کرن کی شدھی ہوتی ہے۔ پھر وویک دوارہ نت۔ اور انت یعنی آتما اور اناتما کا وچار ہوتا ہے۔ پھر انت پدارتھوں کو شریر سمیت اپنے آتما سے الگ سمجھتا ہُوا گیان دوارا آتم سروپ میں قائم ہو جاتا ہے جو کہ اس کی منزل مقصود ہے۔ گو اس نے پراپت وستو یعنی (اپنا آپ)، کی ہی پراپتی کرنی ہے۔ تاہم جب تک یہ وودھی یودک وویک وبراگ کھٹ سمپتی اور ممکھشتا وغیرہ چاروں سادھنوں کو اچھی طرح نہ کر لے۔ آتما کا ساکھشاتکار نہیں ہو سکتا۔ اور یہ شریر کے بندھن میں ہی گرفتار رہ کر جنم مرن کے چکر میں ہی گھومتا رہتا ہے اور دکھ اٹھاتا ہے

ویدانت کی تعلیم سچی آزادی دلاتی ہے۔ یہ کرم کرتے ہوئے نہ کرم بننے کا سچا آدرش پیش کرتی ہے۔ لیکن اس برہم ودیا کو سمجھنے کے لئے انتہ کرن کو شدھ کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ دودھ کو ڈالنے کے لئے برتن کا صاف کر لینا ضروری امر ہے۔ ایسے لوگ جو دنیاوی خواہشات کا قطعاً تیاگ نہیں کرتے بزعم خود اندر ہی

کے غلام ہیں۔ وہ کبھی بھی اس گیان امرت کو حاصل نہیں کر سکتے۔ یہ نہایت ضروری ہے کہ سب سے پہلے شاستر وِدھی انوسار کرم کانڈ کو مکمل کرے۔ پھر اُپاسنا یعنی بھکتی مارگ میں قدم بڑھائے جب کرم اور اُپاسنا سے انتہ کرن کی شدھی ہو جاوے۔ بعد میں گیان کو شروتری برہم نشٹھ گرو سے حاصل کرے ورنہ اُدھورا ہی رہے گا۔ جو لوگ وِدھی پوروک سادھن نہیں کرتے۔ ان کو خواہشاتِ نفسانی قائم رہنے کے کارن کبھی بھی گیان نہیں ہوتا اور وہ عمل میں صفر ہوتے ہیں۔ اُن کا واچک گیان بھوتھا ہوتا ہے۔ ایسے لوگ ہی دمبھی کہے جاتے ہیں۔ اُن کی وجہ سے ہی ویدانت کی نسبت عوام میں سخت غلط فہمی پھیل جاتی ہے۔

ویدانت کی سب سے زیادہ واضح تفسیر بھگوت گیتا ہے۔ جو کہ اُپنشدوں کا سار ہے جس کو سمجھنے کے لئے بھی کسی شروتری برہم نشٹھ مہاتما کی ضرورت ہے اور پھر اُس پر عمل کرنے کی بھی ضرورت ہے ویدانت بالکل عملی فلسفہ ہے۔ ویدانت ایسا آئیڈیل نہیں سکھاتا۔ جو غیر عملی ہو۔ اس کا بہت اونچا آدرش ہے۔ یہ اپنے آئیڈیل کی تعریف میں زیادہ لفظوں سے کام نہیں لیتا۔ وہ ایک ہی مہا واکیہ "تت توم اسی" میں بتا دیتا ہے۔ کہ تم کیا ہو، تمہاری اصلیت کیا ہے۔ وہ صاف الفاظ میں یہ اُپدیش دیتا ہے۔ کہ تم برہم ہو۔ تم آتما ہو جسم نہیں ہو۔ بلکہ اس کی قیود سے بالاتر ہو، تمہاری ذات شدھ اور پوتر ہے۔ تم نہ کبھی جنمتے ہو نہ مرتے ہو، تمہارا موت کے نام سے ڈرنا وہم اور بھرم ہے جیسے پُرش پُرانے کپڑے اُتار کر نئے پہن لیتا ہے۔ اسیطرح جیو آتما ایک شریر کو چھوڑ کر نیا شریر دھارن کر لیتا ہے۔ یہ ہی ویدانت کی شدھ اور پوتر تعلیم ہے۔ جو کہ سادھن سمپن پُرشوں کے لئے تو امرت ہے لیکن واچک گیانی اور وِشے وکاروں میں پھنسے ہوئے دُنیادی لوگوں کے لئے زہرِ قاتل ہے

ویدانت صرف۔ توحید کی۔ وحدانیت کی۔ اتحاد کی۔ اور صاف و سیدھے لفظوں میں صرف "ایک پنے" کی تعلیم دیتا ہے۔ "ایکو برہم دوتیو ناستی" برہم ایک ہے دو نہیں۔ یہ انسان کیساتھ ہی یکتائی نہیں سکھاتا بلکہ تمام ذی روح کے ساتھ پریم اور توحید کا سبق پڑھاتا ہے۔ سب کو آتم روپ سمجھنا سب کے ساتھ محبت اور پیار ہی انسان کا سچا آدرش ہے۔ اس لئے اگر یہ تعلیم دُنیا میں رائج ہو جاوے اور لوگ اسپر عمل کریں۔ تو یقینی طور پر دُنیا میں امن اور شانتی کا راجیہ ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ پراچین کال میں ہندوؤں کے راجیہ میں لاکھوں اور کروڑوں سال شانتی اور امن رہا۔ ویدک دھرم کے رشی منیوں نے اسی فلسفہ کے آدھار پر اپنی تمام خواہشات پر قابو پا کر اور خود غرضی کو بالائے طاق رکھ کر اپنی تمام زندگیاں دُنیا کو فائدہ پہنچانے کے لئے ارپن کر دی تھیں۔ جبتک دُنیا اُن کی تعلیم پر عمل کرتی رہی، شانتی سُکھ اور امن قائم رہا۔ لیکن سمے کے پربھاؤ سے جوں جوں اس ویدک تعلیم کا پرچار کم ہوتا گیا۔ لوگوں میں خود غرضانہ سپرٹ بڑھ گئی اور بے اندازہ مت اور بیشمار مذہب نمودار ہو گئے۔ جنہوں نے سادہ لوح

لوگوں کی عقل پر تعصب کی پٹی باندھ کر جہالت میں گرا دیا۔ جس سے نفرت بغض کینہ اور خود غرضی وغیرہ نے ڈیرہ ڈالا جس کا نتیجہ لڑائی فساد خون ریزی وغیرہ نظر آرہا ہے۔

جو لوگ اس وحدانیت کی تعلیم کو صحیح سمجھتے ہیں۔ خواہ وہ کسی بھی فرقہ یا مذہب میں پیدا ہوئے ہوں اُن کا فرض ہے کہ وہ اس کے پرچار میں زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔ رسالہ ادم کا مقصد یہی ہے۔ کہ وحدانیت کی تعلیم کو پھیلا کر لوگوں میں شانتی اور پریم کا جذبہ پیدا کرے۔

یہ رسالہ سب کا ہے اور سب کے لئے ہے۔ اسلئے اس کو کامیاب بنانا ہر دھرم پریمی کا فرض اوّلین ہے۔

ادم شم گورکھ ناتھ نندہ ایڈیٹر

"ادم" کے پریمیوں سے

نویدن

ہمارے پاس آپ لوگوں کی کئی چٹھیاں موصول ہو چکی ہیں۔ جس میں آپنے رسالہ "ادم" کی تعریف اور اس کے سالانہ نمبروں کی داد دے کر ہماری حوصلہ افزائی کی ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ رسالہ ہذا ہی ایک ایسا مجموعی اردو رسالہ ہے۔ جو کہ روحانیت کے پرچار میں کافی سرگرمی سے کام کر رہا ہے۔ اس کا گذارہ صرف سالانہ چندہ پر ہی ہے۔ یہ کسی امدادی فنڈ، کسی ٹرسٹ یا کسی دھنوان کی امداد سے زندہ نہیں ہے۔ اس کو کئی بار مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن "ادم" کے پریمیوں نے اس کے خریدار بنا کر ہماری مشکلات کو رفع کیا۔

اب نئے سال کا سالنامہ "شانتی انک" چھپ رہا ہے جس پر کئی ہزار روپیہ خرچ کا اسٹیمیٹ ہے۔ ہماری اپنے معزز خریداروں سے پرارتھنا ہے کہ وہ اپنا سالانہ چندہ مبلغ -/۸/۶ روپیہ اسی ماہ کے اندر بذریعہ منی آرڈر بھیجنے کی کرپا کریں۔ نیز ہر ایک سجن دو دو نئے خریدار بنا کر اُن کا چندہ بھی بھجوانے کا کشٹ کرے۔ تاکہ اس روپیہ کو سالنامہ شانتی انک پر صرف کرکے اس کو بہترین بنایا جا سکے ؛

ایڈیٹر

منش کے اندر بھگتی بھاؤ دھرم جیون شانتی اور آنند کی تازہ روح پھونکنے والا

رسالہ "اوم" دہلی کا

"شانتی انک"

نہایت آب و تاب و شان سے یکم جنوری سنہ ۱۹۶۱ء کو پابندیٔ وقت کے ساتھ شائع ہو گا۔

یہ انک گیان اور بھگتی کے اعلیٰ مضامین سے لبریز ہو گا۔ اس میں اُن پوجیہ بھگتوں کی سوانح حیات درج ہو رہی ہیں۔ کہ جنہوں نے بھگوان روپی شمع پر قربان ہونا اپنی زندگی کا مقصد سمجھا۔ اور پرم آنند۔ اکھنڈ شانتی کی بلند فضاؤں میں پرواز کرتے ہوئے سنساری دُبداؤں سے گھبرائی ہوئی اور مایا دی پرپنچوں سے فریب خوردہ آتماؤں کے لئے اپنی جیونیاں بطور ایک روشنی کے جگمگاتے ہوئے مینار کے چھوڑ گئے ایسے مہاپُرشوں کے حالاتِ زندگی کے مطالعہ سے منش کے دل میں ایک ایسا اُبھار پیدا ہوتا ہے کہ وہ اُسے پریم اور بھگتی مارگ پر ڈالے بنا نہیں رہتا۔ کتھاؤں کے ذریعے زندگی میں شبھ پریورتن لانے کے لئے یہ ایک لاثانی چیز ہے۔ اس انک میں شری مہابھارت کے شانتی پرب کا کچھ حصہ بھی دیا جا رہا ہے۔ جو کہ ہندو دھرم اور ہندو فلسفہ کی جان ہے۔

یہ انک نہایت پابندیٔ وقت کے ساتھ یکم جنوری سنہ ۱۹۶۱ء کو شائع ہو گا۔ جس کی تیاریاں زور شور سے شروع ہیں۔ کاغذ لکھائی، چھپائی دیدہ زیب، ضخامت تقریباً دو صد بڑے صفحات بیسیوں تصاویر سے مزین ہو گا۔ فی کاپی کی قیمت دو روپیہ ہو گی۔ لیکن اوم کے مستقل خریداروں کی بیلو ایبل سالانہ چندہ میں ہی مفت بھینٹ ہو گا۔ اگر آپ ابھی تک رسالہ "اوم" کے خریدار نہیں بنے تو فوراً سالانہ چندہ مبلغ -/۸/۶ روپیہ ارسال کر کے سارا سال "اوم" جیسے بلند پایہ پرچہ کا بھی مطالعہ کیجئے اور شانتی انک بھی مفت حاصل کیجئے۔

منیجر رسالہ "اوم" اندرون اجمیری گیٹ بازار دہلی ۶

از۔ سوامی کملیح تیرتھ جی مہاراج

روحانیت کا آبِ حیات

۱۔ اگر تو دائمی امن قائم کرنے کا خواہشمند ہے تو روحانیت کا آبِ حیات پی۔
۲۔ روحانیت کا چشمہ ذات پات اور فرقہ داری کے زہر سے قطعاً صاف ہے۔
۳۔ روحانیت کا چشمہ تیری سچی آزادی کا محافظ ہے۔
۴۔ کاش! کہ تو نے اس کا آبحیات پی لیا ہوتا اور تیری غلامی کا بندھن کٹ گیا ہوتا۔
۵۔ دیکھ۔ تیرا سارا اندر اس کے نور سے منوّر ہو رہا ہے۔
۶۔ آنکھیں کھول۔ اور اس خوابِ غفلت سے بیدار ہو۔
۷۔ کروڑوں سال سے اس بندھن میں پڑے ہوئے تمہیں رتی بھی خیال نہ آیا۔
۸۔ کیا ان بیڑیوں میں جکڑے رہنے سے تمہارا سر ندامت محسوس نہیں کرتا۔
۹۔ شائد۔ اس اندھیری کوٹھری میں بند رہنے سے تمہیں آزادی اور لذّت محسوس ہو رہی ہو۔
۱۰۔ تو ان بیڑیوں سے آزاد ہو سکتا ہے۔
۱۱۔ تو اس کال کوٹھری سے باہر آ سکتا ہے۔
۱۲۔ سب جانداروں میں اُسی کے نور کو دیکھ۔ اور اُسی کے نور میں سب جاندار دیکھ۔
۱۳۔ یہ تیرا جسم فانی ہے اور ہڈی ماس کا لوتھڑا ہے۔
۱۴۔ تو سُکھی رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن نہیں جانتا کہ وہ دائمی سرور کہاں ہے اور اسے کیسے حاصل کیا جائے۔
۱۵۔ شائد دنیاوی چیزوں میں تمہیں لذت محسوس ہو رہی ہو۔ اس لیئے تم ان سے گوندگی بھانتی چپٹے ہوئے ہو
۱۶۔ یاد رکھو کہ ان فانی چیزوں میں لذّت نہیں ہے۔ ان فانی چیزوں میں امن نہیں ہے۔ اور یہ چیزیں فانی ہیں اور بربادی اور موت کا بھینکر نظارہ پیش کرتی ہیں
۱۷۔ روحانیت سے روحانیت ملتی ہے۔ مادیّت سے مادیّت ملتی ہے۔ موت سے موت ملتی ہے زندگی سے زندگی ملتی ہے۔
۱۸۔ موت کو زندگی نہیں کہتے۔ دکھ کو سکھ نہیں کہتے۔ مادیّت کو روحانیت نہیں کہتے۔ گندگی کو خوشبو نہیں کہتے اور کلنٹے کو پھول نہیں کہتے
۱۹۔ تو موت کو زندگی کہتا ہے۔ دکھ کو سکھ کہتا ہے۔ گندگی کو خوشبو کہتا ہے۔ رات کو دن اور کانٹے کو پھول

۲۰۔ اگر تمہیں گیان ہو جائے تو یہ زنجیر اپنے آپ ہی کٹ کر نیچے آگرے۔

دیپاولی مہوتسو

از
شری جگن ناتھ کھنہ بی اے بی ٹی ہوشیارپور

ایک مہاپُرش کا کتھن ہے کہ کسی جاتی وشیش یا دیش کی سبھیتا اور سنسکرتی کا پتہ لگانا ہو تو اس کے تیوہاروں اور اُتسووں کو دیکھئے۔ یہ ایک طرح کا آئینہ ہیں جس میں دیش باسیوں کی پرمپرا، دھارمک بھاو، دیش پریم، کُشلتا، دیش بھگتی، آستکتا آدی بھِن بھِن گن جھلک مارتے ہیں۔ اسکو دیکھ کر بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ لوگ سبھیتا کے کس شکھر پر پہنچ چکے تھے۔ یدی ہم اسی کسوٹی پر اپنے دیش کے پرمکھ اتسووں کو پرکھیں تو ہم اسی نتیجہ پر پہنچیں گے۔ کہ ہمارے پوروج جنہوں نے ان تیوہاروں کی پرمپرا چلائی اُونچے کوٹی کے دھرمگیہ، نیتگیہ دیش بھگت اور وگیانی تھے، جہاں اُنہوں نے کوئی دھارمک پرمپرا چلائی اسے کسی رِتو وشیش سے سمبندھت کر دیا۔ جس کے پھل سروپ اس رِتو کے نزدیک آنے پر لوگوں کے ہردے میں ایک اُمنگ سی پیدا ہو جاتی ہے اور اس تیوہار کی تیاری شروع ہو جاتی ہے۔ مانو اس رِتو کی شوبھا ہی اس تہوار سے ہے۔ اگر وہ نہ منایا جائے تو جاتی کا جیون ہی نیرس ہو جاتا ہے۔ ویسے تو ہماری جاتی کے لئے ہر ایک دن ہی اُتسو کا ہوتا ہے، تتھاپی وشیش چھوٹے چھوٹے تیوہاروں کو چھوڑ کر دسہرا، دیوالی، لوہڑی، ہولی تو ایسے تیوہار ہیں جن کو ہندو مات چاہے غریب ہو یا امیر، بچہ ہو یا بوڑھا، استری ہو یا پُرش۔ سرکاری ملازم ہو یا پرائیویٹ فرم یا دکان کا مالک، ادھیاپک ہو یا چھاتر، وزیر ہو یا کلرک سب اپنی اپنی سوسائٹی میں حسب توفیق بڑے سماروہ سے مناتے ہیں، سوائے ان کے جن کے ہاں کوئی ماتم ہو گیا ہو۔ کتنے مزے کی بات ہے کہ یہ سب تیوہار ہمارے مرجھائے ہوئے اور شرمردہ دلوں میں اُمنگ پیدا کرتے ہیں۔ ہم خوشی سے اُچھلتے ہیں، ناچتے ہیں، گاتے ہیں بجاتے ہیں، مٹھائیاں کھاتے ہیں اور دوسروں کو کھلاتے ہیں۔ ایک دوسرے کو ودھائی اور مبارکباد دیتے ہیں منڈلیاں اکٹھی ہو کر اپنے اپنے ڈھنگ سے جشن مناتی ہیں، اس وقت یہی بھاسنا ہے کہ دُنیا میں غمی، اداسی اور افسوس کا نام ونشان بھی نہیں رہا۔ اس پر طرّہ یہ کہ ہر ایک تہوار کی تہ میں ایک دھارمک تتو چھپا ہوتا ہے جس کو یدی سمجھ کر ودھی وت تیوہار منایا جائے تو پھر اس کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ ویسے تو اپنے اپنے استھان پر ہمارے سب تیوہار مہتو رکھتے ہیں پرنتو ان سب میں دیپاولی یا دیوالی تو کئی کارنوں سے سرو شریشٹ اور چوٹی کا تیوہار مانا جاتا ہے۔ آئیے آج ہم اس کی مہتا پر وچار کریں، کہا جاتا ہے کہ یہ واستو میں ویش جاتی کا تیوہار تھا۔ کیونکہ وہ اس دن سے نئے بہی کھاتے شروع کرتے تھے۔ یہ پرتھا اب بھی کسی حد تک قائم ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوسرے ورنوں کے لوگ اُس تہوار کو نہیں مناتے تھے۔ اسی طرح سے دسہرہ کھتریوں کا تہوار مانا جاتا

ہے۔ لیکن سب سمّلت ہو کر ہی اُسے مناتے ہیں، یہی حال ہولی کا ہے۔ جو شودروں کا تہوار مانا جاتا تھا لیکن ان تیوہاروں کے منانے میں کبھی کوئی جاتی بھید نہیں ہوا۔ یہی تو واستو میں ہماری ایکتا کا چنہ تھا ہر ایک تیوہار سب مل کر ہی مناتے تھے۔ اور اب بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ دیوالی کے موقعہ پر تو انیہ جاتیوں کے لوگ بھی اپنے گھروں کی صفائی کراتے دیکھے جاتے ہیں۔ یہ تہوار دسہرہ کے بعد آنے والی اماوسیہ کو منایا جاتا ہے۔ اور ایسا مانا جاتا ہے کہ روشنی اور چراغاں جو اس اُتسو کا ایک وشیش انگ ہے۔ اسلئے شروع ہوا کہ شری رامچندر جی لنکا کو فتح کر کے جب اجودھیا جی لوٹے تو یہی دن تھا اور اس موقعہ پر لوگوں نے گھر گھر میں دیپک جلا کر خوشی منائی۔ اس کے بعد سارے بھارت ورش میں ہی یہ پرتھا چل پڑی۔ اور اب تک اسی سماروہ سے گھر گھر میں، دکان دکان پر اور مندروں، کنوؤں، دھرم ستھانوں پر روشنی کا پربندھ کیا جاتا ہے اور کئی روز پہلے گھروں کی صفائی کی جاتی ہے۔ سفیدیاں ہوتی ہیں۔ طرح طرح کی سجاوٹوں کے لئے سامان مہیا کیا جاتا ہے۔ گھر گھر میں پکوان اور مٹھائیاں تیار ہوتی ہیں۔ لیمپ مالائیں بنائی جاتی ہیں اور لکشمی پوجن ہوتا ہے۔ ادھات لکشمی جی کی جو دھن اور دولت کی ادھشٹاتری دیوی ہیں پوجا ہوتی ہے۔ اور ان سے پرارتھنا کی جاتی ہے۔ کہ وہ اس گھر پر کرپا درشٹی رکھیں۔ تاکہ آنیوالے سال میں اُس پریوار کو کوئی آرتھک سنکٹ پیش نہ آئے۔ اس پوجا کے لئے ہر گھر اور دکان میں انتظام کیا جاتا ہے، دراصل سب سجاوٹ اسی کے نمت ہوتی ہے۔ بھاؤ یہ ہوتا ہے کہ لکشمی دیوی پرسن ہوں، ایسا مانا جاتا ہے کہ دیوی جی آدھی رات کے بعد سب ستھانوں کا نریکشن کرتی ہیں۔ اس لئے کوشش یہ کی جاتی ہے کہ اسوقت تک گھر میں روشنی رہے کیونکہ اندھیرے سے وہ چڑ جاتی ہیں۔ اور اس گھر پر نہال نہیں ہوتیں۔ اس پوجا کے بعد گھر کے سب چھوٹے بڑوں کو مٹھائی کھانے کو دی جاتی ہے۔ پرساد کے طور پر، اور پھر لوگ بازاروں اور بڑے بڑے دھنی مانی پرشوں کی دکانوں کی سجاوٹ دیکھنے کے لئے نکلتے ہیں، حلوائیوں کے لئے یہ تہوار خاص کمائی کا ہوتا ہے۔ وہ بھی اپنی دکانوں کو سجانے میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھتے۔ بڑے قرینے سے مٹھائیوں کو تھالوں میں چنتے ہیں۔ اور ان سے دکان کو سجاتے ہیں۔ اُسدن مٹھائی کی مانگ بہت ہوتی ہے اس لئے ان کو صبح سے لے کر آدھی رات تک گراہکوں کو بھگتانا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ اس موقعہ پر تصویریں۔ کیلنڈر۔ اور طرح طرح کی سجاوٹی اشیا کی بھی بہت بکری ہوتی ہے۔ بچوں کے لئے تو یہ دن اس واسطے ہتو پورن ہوتا ہے چونکہ وہ اس روز پٹاخے اور آتشبازی کی طرح طرح کی چیزیں خریدتے ہیں۔ تقریباً تیس پینتیس سال سے آتشبازی کا سلسلہ جاری ہوا ہے جس سے ہر سال لاکھوں روپیہ برباد ہو جاتا ہے اور کئی جانیں بھی تلف ہو جاتی ہیں لیکن ہندو سوسائیٹی اس غلط پرتھا کو بند نہیں کر سکی بلکہ یہ بیماری ہر سال بڑھتی ہی جاتی ہے۔ اگر یہ پاگلپن نہیں تو اور کیا ہے۔ اگر یہی روپیہ ہمارے دیش کے تعمیری کاموں میں لگایا جائے تو اس سے دیش کو کتنا لابھ ہو۔ آگ لگ جانے کے کئی حادثات ہو جاتے ہیں۔ اور وایو کو خراب کیا جاتا ہے۔ راقم سطور نے کئی

دفعہ دیکھا ہے کہ محلہ کے لڑکے اکٹھے ہو کر یہ انتظار کرتے رہتے ہیں کہ کب کوئی استری یا پُرش وہاں سے گذرے اور وہ اس کے پاس "گولہ" چھوڑیں۔ روکنے سے وہ رُکتے بھی نہیں۔ کیونکہ یہ "آزادی" کا زمانہ ہے۔ اوچھا لڑکوں کو تو پوری پوری آزادی ہے ہی، نہ ان کو ماں باپ اس بات سے روکیں۔ اور نہ وہ کسی اور کے کہنے پر رکیں اس موقعہ پر ایک اور بیماری ہے جوا کھیلنے کی جس میں ہزاروں لوگ برباد ہو جاتے ہیں۔ کوشش تو وہ لکشمی جی کو بلانے کی کرتے ہیں۔ پرنتو وہ اُلٹا ناراض ہو جاتی ہیں۔ دراصل آنے والے سال میں اپنی مالی حالت کا اندازہ لگانے کے لئے یہ پرتھا پڑ گئی ہے۔ وہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ان کے لئے بھوشیہ بانی کیا ہے۔ اس بُرے رواج کی جتنی بُرائی کی جائے کم ہے۔ اس نہایت مکروہ رواج سے ہمارا کوئی گورو نہیں بڑھتا بلکہ دوسری قوموں کے سامنے شرمندگی سے سر نیچے ہی کرنا پڑتا ہے۔ جوئے بھی کئی قسم کے کھیلے جاتے ہیں اور صرف اُس دن ہی نہیں، یہ سلسلہ کئی روز پہلے سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔

کئی طرح کی لاٹریاں ڈالی جاتی ہیں جن میں سب طرح کے لوگ شامل ہو جاتے ہیں۔ مہلائیں بھی پیچھے نہیں رہتیں۔ وہ اپنی سوسائٹی میں ہی اپنے ہی ڈھنگ سے یہ رسم پوری کر لیتی ہیں۔ کئی پریوار آپس میں ہی جوا کھیل کر اس مہان کرتویہ کا پالن کرنے سے نہیں چوکتے۔ ہاں۔ اگر وہ روپیوں سے نہ کھیلیں تو پیسوں یا باداموں سے ہی کھیل لیتے ہیں لیکن کھیلتے ضرور ہیں۔ یہ فضول رواج ہماری جاتی پر ایک طرح کا کلنک ہے جسے دور کرنا ہر پڑھے لکھے اور مہذب انسان کا فرض ہے۔ اور سوتنتر بھارت میں تو اس کی خاص ضرورت ہے تاکہ ہمارا دیش اُنتی کے کھیتر میں آگے بڑھ کر چلے۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ دیوالی کے موقعہ پر پانچ تیوہار منائے جاتے ہیں۔ تریودشی کو یعنی دو دن پہلے برتن خریدنا بڑا شبھ مانا جاتا ہے۔ اُسے دھن تریودشی کہا جاتا ہے۔ اس دن برتن فروشوں کی چاندی ہوتی ہے جس غریب نے کبھی کوئی برتن نہ خریدا ہو اُس دن کم از کم ایک چمچہ ہی خرید کر وہ اپنے دل کو ڈھارس دے لیتا ہے۔ اس سے اگلے دن یعنی چودش کے روز چھوٹی دیوالی ہوتی ہے جس دن مندروں میں دیئے جلائے جاتے ہیں۔ اس دن مہادیو جی نے بھوماسُر دیت کا بدھ کیا تھا۔ یہ دن اس کی سمرتی میں منایا جاتا ہے۔ گووردھن پوجا ہوتی ہے، جس کو "آن کوٹ" کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ اُس دن ہر مندر میں ٹھاکر جی کو طرح طرح کے بھوگ لگتے ہیں۔ خاص طور پر متھرا برندابن آدی استھانوں پر یہ اُتسو بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ دیوالی یعنی اماوشیہ کی رات کو شری گری راج (گووردھن جی) کی پرکرماں اُٹھتی ہے۔ نر ناری بڑے اُتساہ سے بھجن اور کیرتن کرتے ہوئے یہ پرکرماں کرتے ہیں۔ کئی سجّن اس اوسر پر ساری پرکرماں دودھ دھارا کے ساتھ کرتے ہیں۔ یعنی چلتے چلتے ایک خاص قسم کی سوراخ دار بالٹی کو دودھ سے بھر کر پکڑ لیتے ہیں جس میں دودھ کی دھارا سوراخ کے مطابق دھرتی پر پڑتی جاتی ہے۔ دودھ کا ایک بڑا برتن، ایک نہیں بلکہ کئی اپنی توفیق کے مطابق ساتھ رکھتے ہیں۔ کسی سے اُٹھوا کر۔ بالٹی خالی ہونے پر اُسے پھر بھر لیتے ہیں۔ اور اسی طرح یہ چودہ میل کا چکر لگایا کرتے ہیں۔ ایک دم چلیں تو پانچ چھ گھنٹہ میں یہ پرکرماں پوری ہو جاتی ہے۔ کئی بھگت جن ڈنڈوتی پرکرماں دیتے

ہیں۔ یعنی ڈنڈوت کرتے ہوئے پیٹ کے بل لیٹ کر کھڑے ہو کر پھر ڈنڈوت کرتے ہیں اور پھر اس طرح سے چلے جاتے ہیں۔ یہ پرکرماں کٹھن ہوتی ہے اور زیادہ وقت میں پوری ہوتی ہے۔ خیر یہاں یہ بتا دینا بھی ادشیک ہے کہ یہ وہی دن تھا جب بھگوان کرشن نے برجباسیوں کو پہلے دستور کے مطابق اندر دیوتا کی پوجا کرنے اور اُسے طرح طرح کے پدارتھ بنا کر بھینٹ کرنے سے روک کر شری گووردھن پربت یا گری راج کی پوجا کرنے کے لیئے تیار کیا تھا۔ یہ ایک نئی بات تھی۔ اندر دیوتا اس سے کُوپِت ہو گئے اور برج پر موسلادھار برشا برسانے لگے جس سے ایسا پرتیت ہونے لگا کہ بس پرلے آ گئی۔ پھر بھگوان شیام سندر نے اُسی گری راج کو اپنی اُنگلی پر اُٹھا کر برجباسیوں کی رکھشا کی تھی اور سات دن رات اسی طرح کھڑے رہے تھے۔ آخیر میں اندر نے لجت ہو کر ہار مان لی۔ برج میں گری راج کی پوجا اور پرکرماں کا خاص مہتو ہے ہر پورنماشی اور اماوسیہ کو بہت سادھو مہاتما، اور بھگت جن شری گری راج (گووردھن) کے درشن کر کے پرکرماں دیتے ہیں۔

پنجاب میں جس سے مراد اب پوربی پنجاب سے ہے۔ دیپاولی کا تیوہار شری ہرمندر امرتسر میں بڑے ہی اعلیٰ پیمانے پر منایا جاتا ہے شری ہرمندر کے چاروں طرف سروور کے کناروں پر ہزاروں ٹیپئے رکھ دئیے جاتے ہیں۔ اور جب راتری کے سمے انہیں جلایا جاتا ہے تو ایک عجیب ہی نظارہ ہوتا ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے اسی طرح سے دُرگیانہ مندر میں بھی خوب روشنی ہوتی ہے۔ اور باقی شہروں میں بھی یہ تیوہار بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

ادھیاتمک وچار سے یدی ہم دیکھیں تو یہ تیوہار ہمیں یہی درشاتا ہے کہ جس طرح ہم لوگ اپنے مکانوں ستھانوں، دکانوں وغیرہ کو اس موقعہ پر صاف کرتے ہیں۔ سفیدی کراتے ہیں۔ اور انہیں سجاتے ہیں کسی کونے میں ہیں کوئی ایسی وستو دکھائی نہیں پڑتی جس سے کمرے کی خوبصورتی اور سجاوٹ میں فرق پڑے۔ ایسا کر چکنے کے بعد بھگوتی لکشمی کی پوجا ہوتی ہے اور وہ پوجا کرنے والوں کی اکانکشاؤں کو پورا کرتی ہیں۔ اسی طرح سے یدی ہم آتمک اُنتی چاہتے ہوں۔ ایشور پراپتی ہمارا دھیہ ہو تو ہمیں اپنے انتہ کرن روپی مکان کو خوب شدھ اور نرمل کرنا چاہیئے۔ جب تک یہ نہیں ہو گا۔ لکشمی پرسن ہو کر درشن نہیں دیں گی۔ اپنے من کا سب میل نکال کر باہر پھینکدیں۔ اور پھر ایشور ارادھنا کریں۔ تو بھلا ہو سکتا ہے کہ ہمیں پربھو کے درشن نہ ہوں اور وہ ہم پر کرپا نہ کریں۔ آئیے ! دیپاولی کے موقعہ پر ہم اپنے من کو شدھ کر لیں۔ اور اس کے اندر بھگوت پریم روپی دیپک جلائیں تو دیکھیں اس کے پرکاش سے نہ کیول ہمارا اپنا ہی کلیان ہو گا۔ بلکہ ہمارے سنپرک میں آنے والے سب پرانیوں کو اس سے لابھ پہنچے گا۔ اور پھر وہ بھی اسی طرح اپنے ہردوں میں ایشور پریم روپی دیپک جلائیں گے۔ اور اس آتمک جیوتی اور پرکاش سے ہمارے دیش کا بھی کلیان ہو گا۔

فقط۔ جگن ناتھ کھنہ صفی
(برندابن نواسی)

جیون دیپ جلے

جیون دیپ جلے
جیون دیپ جلے ایسا سب، جگ کو جیوتی ملے
اسی سنیہ پر رامچندر نے راج پاٹ سب تیاگ دیا
چھوڑا اودھ مایا کی نگری کانن کو پرستھان کیا
سُکھ ویبھو کو لات مار کشٹوں کا سہواس کیا
شٹ رس ویجن تیاگ جنگلی پھل کھائے ہنسر نیر پیا
سوئم کشٹوں کو چُوما، اُوروں کے کنٹک دُور کئے
جنم سپھل ہے اُس مانو کا جو پرہت ہی سدا جئے
ترشتوں کو سرسری دینے کو ہم گرل کا چپ چاپ گلے
جیون دیپ جلے

جیون دیپ جلے
ایسا سب، جگ کو جیوتی ملے، جیون دیپ جلے
رسک شرومنی کرشن چندر نے، برندابن ٹھکرا دیا
چھوڑ بلکتے گوال بال وہ نرموہی بھی کہلایا!
کنتو لوک کلیان مارگ ہی کبول اُسنے اپنایا
وہی گوپیوں کا نٹور تھا یوگی راج بھی کہلایا
گیتا کی ہر پنکتی پنکتی میں ارجن کو یہ سمجھاتے
آگے بڑھ نرسنگھ، جگت کے جھوٹے رشتے سب ناطے
اتی وستریت کرتویہ مارگ ہے ہر مانو اُس اور چلے
جیون دیپ جلے

جیون دیپ جلے۔ ایسا سب، جگ کو جیوتی ملے
سنیہ ڈھونڈنے بن بن بھٹکے بدھ دیو بن سنیاسی
چھوڑ بھون پریوار بنا یُوو راج جنگلوں کا باسی
دشنو گیت نے یخ پرتیبھا سے بھارت بھاگیہ بنایا تھا
کنتو کبھی کیا اُس یوگی کو شاسن لوبھ ستایا تھا؟
ویر پرتاپ، شوا، ویراگی۔ سب کے ہیں سندیش یہی
ماتری بھومی کے ہت جو مرتا ہے ماں کا سچا پوت وہی
وہی سومن سُر بھت ہو کھلتے، جو کانٹوں کے بیچ پلے
جیون دیپ جلے۔

رامائن سے کیا سیکھا؟

از
شری ہری چند جی
خوشدل کمیم اے بی ٹی

ڈاکٹر اقبال نے لکھا ہے ع

"کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری　　صدیوں رہا ہے دشمن دورِ زماں ہمارا"

تو انہوں نے بالکل صحیح اور بجا لکھا۔ ہماری تہذیب و تمدن، ہماری سبھتیا نے صدیوں کی مار دھاڑ اور غیروں کے حملوں کے باوجود ہمیں اس قابل رکھا کہ ہم اب بھی فخر و غرور سے سر بلند کر کے ببانگ دہل اعلان کر سکتے ہیں کہ ہم دشمنوں کے ہزاروں وار ہونے پر زندہ ہیں اور بڑی شان سے زندہ ہیں۔ دنیا کی کئی قومیں وجود میں آئیں اور صفحۂ ہستی سے نیست و نابود ہو گئیں۔ قائم مگر ہے اب تک نام و نشان ہمارا۔

وید، شاستر، پران۔ اُپ پران، سمرتیاں، شرتیاں۔ اُپنشد ان میں سے اگر سب کے سب بھی ختم ہو جاتے تو بھی ہندو قوم زندہ رہتی۔ گیتا۔ مہابھارت۔ اور رامائن اپنی اپنی جگہ مکمل گیان کا بھنڈار ہیں۔ رامائن ہمارے سامنے مریادا پرشوتم سری رام چندر کو ایک آدرش انسان کے روپ میں پیش کر کے صاف صاف یہ بتلاتی ہے کہ گرہست آشرم میں رہ کر بھی ایک انسان کس طرح عملی طور سے دنیا کے کاروبار میں بھی حصہ لے کر اپنی زندگی کو بہترین طریق سے گذار کر لوک اور پرلوک سدھار سکتا ہے۔

رامائن میں شری بالمیکی نے جس ڈھنگ سے ایک مکمل انسان کا خاکہ پیش کیا ہے۔ اس سے کچھ لوگوں نے یہ سمجھا کہ رامائن ایک افسانہ ہے جس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں۔ اکثریت نے بھگتوں نے شری رام کو وشنو کا اوتار قرار دیا اور آریہ سماجی دوستوں نے انہیں مہاپرش تسلیم کیا لیکن کوئی بھی شخص رام کی عظمت سے منکر نہ ہو سکا۔ اُن کے طرزِ حکومت کو بہترین سمجھ کر ہی ہندوستان کا ہر فرد و بشر رام راجیہ کی تمنا کرتا ہے۔

دسہرہ اور دیوالی نزدیک آ رہے ہیں، دسہرہ بدی پر نیکی کی فتح کی یادگار ہے تو دیوالی رام جی کے ایودھیا لوٹنے کی یادگار۔ رام لیلائیں جگہ جگہ شروع ہو گئیں۔ جلسے، جلوس، تماشے اور لیلائیں ہوں گی ہم کچھ گھڑی کا آنند لے کر گھر لوٹیں گے لیکن یہ خیال نہیں آئے گا کہ رامائن سے کچھ سیکھ کر اپنی زندگی کو پہلے سے بہتر بنائیں وہ جو کہا ہے کہ گڑ گڑ کہنے سے منہ میٹھا نہیں ہوتا۔ دیکھنے، سننے اور واہ واہ کرنے سے کچھ نہیں بنتا جب تک عمل نہ ہو سے

مسجد تو بنا دی دم بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے　　من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

سیدھے سادے شبدوں میں کہنے کی دو دیا ہے سے

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

آئیے تو پھر رامائن کے اوراق سے اُن اوّلیہ رتنوں کو ڈھونڈنے کی کوشش کریں جن میں سے ایک بھی اگر ہم سچے دِل سے اپنا لیں تو زندگی میں ایک ایسا حیرت انگیز انقلاب آجائے گا جس سے نہ صرف ہمارا اپنا کلیان ہوگا۔ بلکہ دوسروں کا بھی ہم بھلا کر سکیں گے۔

گُن کی پوجا

رامائن سے سب سے پہلی شکھشا جو ہمیں ملتی ہے وہ ہے عالم باعمل کی ہر جگہ قدر ہوتی ہے گنی سروتر پوجیتے۔ گورو وششٹ، وشوامتر، شرنگی رشی اور بہت سے ایسے مہاتماؤں کا تذکرہ رامائن میں ملتا ہے جن کی ہر ایک راج دربار میں عزت تھی۔ اُن کی رائے کی بہت بڑی قیمت تھی۔ راجے مہاراجے اُن کے چرن دھونے میں فخر سمجھتے تھے۔ اِس لئے اگر ہمیں اپنی قدر کی ضرورت ہو تو سوٹ بوٹ ٹائی کالر نوکر چاکر کی بدولت وہ نہیں مِل سکتی جبتک ہمارے اندر کوئی خاص گُن نہ ہو۔ کہا ہے ؎

نہ ہو جسمیں عقل اور ہوش کتابوں سے لدا پھرتا
ظفر ہم ایسے بندے کو تصّور بیل کرتے ہیں!

اور پھر سے ظفر آدمی اُسے نہ جانئے گا چاہے کتنا ہو صاحبِ فہم و ذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے جوش میں خوفِ خدا نہ رہا

سنسکرت میں لکھا ہے:۔

येशां न विद्या न तपो न दानं, न ज्ञानं न शीलं न गुणो न धर्मः।
ते मर्त्य लोके भुवि भार भूता, मनुष्य रूपेण मृगाश्चरन्ति॥

ارتھات جس میں ودیا، تپ، دان، گیان، شیل، گن دھرم ان میں سے کچھ بھی نہیں۔ وہ لوگ اس پرتھوی پر بھار ہیں اور آدمی کی شکل میں اس طرح پھرتے ہیں جیسے ہرن پھرتے ہوں۔

ماتا کی آگیا کا پالن

کیکئی نے رام کو دشرتھ کی مورچھا کا کارن بتلایا۔ رام چودہ برس کے بنباس کو برضا و رغبت تیار ہو گئے اور جب کوشلیا نے کہا: "اگر میں جانے سے منع کر دوں تو پھر کس کی مانو گے میری یا پتا کی؟" تو جواب میں فرمایا: "ماں کیا تم یہ گوارا کر سکوگی کہ تمہاری آگیا کے کارن سے تمہارے پتی یا میرے پتا کا جگ میں اپمان ہو؟" کوشلیا لاجواب ہو گئی۔ اور پھر خوبی یہ کہ بھرت کے منت سماجت کرنے پر بھی شہر میں نہیں لوٹے۔ سگریو کو دوستی کی قسم یاد دلانے کے لئے لچھمن کو کشکندھا نگری بھیجا اور راون کی موت پر وبھیشن کو راج تلک دینے لکشمن کو لنکا بھیجا۔ خود نہیں گئے کیوں؟ چودہ برس ختم ہونے سے پہلے شہر میں کیسے جاتے؟ ہے کوئی دنیا کے اتہاس میں ایسی مثال جب ہاتھ میں آیا ہوا راج کسی نے چھوڑ دیا ہو؟

بھراتری پریم: لکشمن چودہ برس جنگل میں رام کا ساتھی رہا۔ مصیبتیں سہتا رہا۔ طبیعت میں غصہ اور جوش

بہت تھا پھر بھی رام کی آگیا اور سیوا سے مُکھ نہیں موڑا۔ اندرجیت کے تیر سے بیہوش ہُوا تو رام سُدھ بُدھ کھو بیٹھے۔ بھرت نے راج واپس لینے کے لئے زور دیا۔ رام نے منظور نہیں کیا۔ بڑے بھائی کی کھڑاویں اجودھیا میں لاکر رام کے سنگھاسن پر رکھ کر اُن کے کارندے کے روپ میں راج کیا۔ رام سے وعدہ لیا تھا کہ چودہ برس سے ایکدن بھی زیادہ بنباس میں نہیں لگاؤ گے۔ رام واپس آئے اُن کا راج اُن کے حوالے کرکے حق بحقدار رسید کے مطابق ایسا محسوس کیا گویا گردن سے بہت بڑا بھار اُتر گیا ہو۔ یہ تیاگ۔ یہ بھراتری پریم دنیا کی کسی تاریخ میں نہیں ہے بلکہ اِس کے برعکس آپ دیکھیں گے کہ تخت و تاج کے لئے بھائی نے بھائی کو بیٹے نے باپ کو مروانے سے بھی دریغ نہیں کیا

پتی برت تپنی برت

مریادا پُرشوتم سے صاف کہا۔ شری رام نے کہ میری تپنی سیتا میرے ساتھ ہے۔ اس لئے دوسرے وواہ کا سوال ہی نہیں۔ دھوبی کے کہنے پر جب رام نے اپنے ہاتھوں سیتا کو بن بھیج دیا تب بھی تپنی برت دھارن کرتے ہوئے دوسری شادی نہیں کی بلکہ سیتا کی سونے کی مورتی بناکر یگیہ میں رکھی کیونکہ بنا تپنی کے یگیہ ادھورا تھا

ادھر سیتا کا برت، پتی برت دھرم۔ راون کی قید میں بھی رام کا دھیان رہا۔ بالمیکی کے آشرم میں بھی پتی کے چرنوں کا خیال رہا۔ لو اور کش کو باپ سے لڑنے سے منع کر دیا۔

بلند اخلاق

سگریو نے کہا، راون کی قید میں جاتے ہوئے سیتا جی نے کچھ گہنے پھینکے تھے رام نے لچھمن سے کہا: لو پہچانو" اور لکشمن نے جواب دیا: ماتا جانکی کے پاؤں کے گہنے تو پہچان سکتا ہوں مگر اُن کے ماتھے۔ کان اور گلے کے زیورات نہیں پہچان سکتا کیونکہ ہر صبح جب اُنھیں پرنام کرتا تھا تو نگاہ صرف اُن کے پیروں تک رہتی تھی۔ واہ وا۔ کیا کمال ہے؟ تیرہ برس ایک جگہ ایک ہی جھونپڑی میں رہ کر دیور بھابی کی شکل تک نہیں دیکھ پاتا۔ شیکسپیئر۔ ملٹن اور برنارڈ شاہ کی انگریزی تہذیب پر ناز کرنے والے ایک بھی ایسی مثال ساری تاریخ انگلینڈ کیا یورپ میں سے بھی لا سکیں تو اُنہیں شاباش دوں گا

سوامی بھگتی

ہنومان کی سوامی بھگتی ضرب المثل ہے۔ راون سے لڑائی، سیتا کی خبر لانے لچھمن کی امداد، سنجیونی لانے۔ اور اجودھیا میں رام جی کے واپس پہنچنے تک قدم قدم پر رام اور لکشمن کا نہ صرف ساتھ دیا بلکہ ہر بار جان جوکھوں میں ڈالی اور پھر اپنا خلوص اور شردھا پرگٹ کرنے کے لئے لاکھوں روپے کی مالا کے منکے توڑ توڑ کر اُن میں رام نام کو ڈھونڈتے ہیں۔ یہاں تک .... کہ چھاتی پھاڑ کر دکھا دیا کہ روم روم میں رام لکھا ہوا ہے۔ بنا تنخواہ۔ بنا معاوضہ اتنی خدمت کون کرتا ہے کسی کی؟ سوائے بجرنگ بلی مہابیر کے!! جے جے بجرنگ بلی!

دوسروں کی غلطی سے فائدہ اٹھانا۔ راون نے وبھیشن کو دربار سے نکال کر غلطی کی۔ رام نے

فائدہ اُٹھایا۔ اُنہوں نے وبھیشن کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ سیاسی اعتبار سے شری رام نے نہایت عقلمندی سے کام لیا۔

پاپی کو مارنے کیلئے اُس کا پاپ مہابلی ہے

راون جیسے مہا پرتاپی مہا راجہ کی خودداری کے خلاف تھا اگر وہ سروپ نکھا کی ناک کٹ جانے کا بدلہ نہ لیتا۔ لیکن سیتا ہرن اُس کی بہت بڑی غلطی تھی بدلہ کسی اور ڈھنگ سے بھی لیا جا سکتا تھا، سیتا ہرن کے پاپ نے اُس کی جڑ مل کو کھوکھلا کر دیا عظیم الشان لاؤ لشکر اور طاقت کے باوجود وہ رام اور لکشمن کے مقابلہ میں زیادہ دیر نہ ٹھہر سکا اور آخر کار مارا گیا۔ اور

دُشمن سے بھی کچھ سیکھا جا سکتا ہے

مرنے سے پہلے لکشمن کو اپنی زندگی کے تجربات بتلا کر راون اُپدیش دے گیا۔ رام نے ہی اُسے راون کے پاس بھیجا تھا کہ اتنے بڑے ودوان سے کچھ نہ کچھ گیان پراپت کرنا چاہیئے۔ کہتے ہیں لکشمن اُس کے سرہانے جا کھڑا ہوا تو اُس نے جواب تک نہیں دیا لیکن جب پاؤں کے پاس جا کھڑا ہوا تو راون نے موقعہ کے مطابق اُسے اُپدیش دیا۔ گویا کسی سے کچھ سیکھنا ہو تو اُس کے چرنوں کا دھیان کر کے نمرتا سے ہی سیکھا جا سکتا ہے۔

زیادہ شادیاں لعنت

دشرتھ نے اگر تین شادیاں نہ کی ہوتیں تو رام کے راج تلک کیوقت کیکئی نے وہ اڑنگا نہ لگایا ہوتا جس کا نتیجہ رام جی کی جلاوطنی کی صورت میں نکلا +

مزدور کی مزدوری

ہر حالت میں ادا ہونی چاہیئے۔ رام خود بنباسی تھے پاس کچھ نہیں تھا تو بھی ملاح کو پار اُتارنے کی مزدوری دینی تھی۔ سیتا کی طرف دیکھا اُنہوں نے ہاتھ کی انگوٹھی اُتار کر دے دی۔ بیگار میں۔ مفت میں۔ کم مزدوری پر کام لینا مہا پاپ ہے۔

شردھا اور بھگتی کی قدر

رشی۔ مہاتماؤں کی حفاظت میں دونوں بھائیوں نے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ شبری کی شردھا سے خوش ہو کر اُس کے جھوٹے بیر تک بھی قبول کئے۔ پریم اور پیار سے سگریو، ہنومان، جاموونت، وبھیشن کو اپنا وفادار ساتھی بنا لیا بلکہ یوں کہیں تو بجا ہے کہ دونوں طرف سے ایک دوسرے کے تئیں محبت۔ خلوص اور شردھا کے خیالات تھے۔ جن کی موجودگی نے ہی رام اور لکشمن کو راون جیسے ویر اور پراکرمی راجہ پر فتح دلائی۔

یہ کچھ موٹی موٹی باتیں عام سمجھ کی میری نگاہ میں آئی ہیں نہیں تو ساری رامائن میں ہزاروں ایسی سبق آموز باتیں بھری پڑی ہیں۔ آؤ دسہرہ اور دیوالی کی خوشی میں یہ بھی یاد رکھیں کہ اگر ہم رامائن کی ایک بھی شکشا پر سچے دل سے عمل کر سکیں تو بھوساگر سے بیڑا پار ہو جائے۔ کاش! پربھو ہم کو ایسی شکتی پردان کریں جس سے ہم اُن کے چرنوں میں بیٹھ کر کہہ سکیں ع

مجھ میں سما جا اس طرح جوں روح تن کا طور ہے تاکہ نہ پھر کہنے کہے میں اور ہوں تو اور ہے

بھگوان رام کا پیغام

ہندوؤں کے نام

از
شری
خلیق
پڈھانوی

کیوں کوئی تیرے کسی بھی کام تک آتا نہیں　　غیر کی محفل میں تیرا نام تک آتا نہیں
تو وہ لب ہے جس تلک اُف جام تک آتا نہیں　　صبح کا بھولا ہے تو گھر شام تک آتا نہیں
دے کے تم اپنا لہو عظمت بچا لو قوم کی
خاک میں ملتی ہوئی عزت بچا لو قوم کی

۲

کیوں پھٹا جاتا ہے غصے سے تمہارا یہ جگر　　کس لئے ہوتے ہو آپس میں بھلا زیر و زبر
دشمنی لائے تری نیت میں کیوں مد و جزر　　باتوں باتوں میں لڑائی پر کیوں آتے ہو اُتر
اتحادِ قوم سے اُلفت بچا لو قوم کی
خاک میں ملتی ہوئی عزت بچا لو قوم کی

۳

جس کو دیکھو ہے وہی کمزور سا اور زرد زرد　　دبلا پتلا ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ ہو بہو
کس طرح بھائے تجھے ہائے جہانِ رنگ و بو　　خوف کھائیے کس طرح تم ہی کہو تجھ سے عدو
کسرتِ بدنی سے تم صحت بچا لو قوم کی
خاک میں ملتی ہوئی عزت بچا لو قوم کی

۴

بہرہ ور ہوں علم سے بچے گوارا ہی نہیں　　ماسوائے قسمت کے کوئی اور سہارا ہی نہیں
آسمانوں پر اگر تیرا ستارہ ہی نہیں　　تو سمجھ دنیا میں تیرا گزارا ہی نہیں
علم حاصل کر کے تم دولت بچا لو قوم کی
خاک میں ملتی ہوئی عزت بچا لو قوم کی

۵

لاج اپنی خاک میں ہو تم ملاتے کس لئے — آن اپنی دم میں ہو وائے گنواتے کس لئے
نام اپنا دہر سے ہو تم مٹاتے کس لئے — اپنی ناکامی پہ ہو آنسو بہاتے کس لئے
قعر پستی سے اٹھو رفعت بچا لو قوم کی
خاک میں ملتی ہوئی عزت بچا لو قوم کی

۶

کیوں ستائے قوم کے بچوں کو ہا! فاقہ کشی — کیوں بسر ہو بھیک پر ہی اُن کی وائے زندگی
کھول کر مٹھی کو اپنی دور کر دو بے زری — ورنہ تم کو بھی گرا دے گی انہوں کی بے کلی
دور کر کے مفلسی فرحت بچا لو قوم کی
خاک میں ملتی ہوئی عزت بچا لو قوم کی

۷

اُٹھ کہ اب اس دور میں یہ بزدلی اچھی نہیں — کاہلی اچھی نہیں اور کمتری اچھی نہیں
تیری نظروں کی جہاں سے دل لگی اچھی نہیں — حاضرہ حالات سے یہ غافلی اچھی نہیں
ہمت مردانہ سے طاقت بچا لو قوم کی
خاک میں ملتی ہوئی عزت بچا لو قوم کی

۸

تیری عصمت پر عدو کی دیکھ میلی ہے نظر — اور سمجھتا ہے اسے وہ لوٹ کا اپنی ثمر
جب تلک پہنچے نہ انکو نہ اپنے اپنے گھر — حیف یہ تیری جوانی حیف یہ تیر و تبر
جان کو رکھ ہات پہ عفت بچا لو قوم کی
خاک میں ملتی ہوئی عزت بچا لو قوم کی

۹

تم بڑھو شمع رفعت کی طرف پروانہ وار — تم بڑھو منزل کی جانب بن کے مردانہ وار
تم بڑھو رن کی طرف پھر بن کے نصرت ایکبار — اور کرو تیر کو دشمن کے تم سینہ سے پار
ہو کے تم سینہ سپر عزت بچا لو قوم کی
خاک میں ملتی ہوئی عزت بچا لو قوم کی

۱۰

تم بڑھو لیلائے الفت کی طرف دیوانہ وار — تم نبرد ہمت سے اپنی کامیاب و کامگار
تیری ہر خدمت ہو ملت کے لئے اک شاہکار — تیرے ہر اک فعل سے دشمن تیرا ہو شرمسار
خون کو گرما کے پھر برکت بچا لو قوم کی
خاک میں ملتی ہوئی عزت بچا لو قوم کی

(ڈرامہ)

دیپاولی

از

کوی لوک ناتھ جی دل

پہلا انک

پہلا درشیہ

[ایودھیا سے ایک کوس کی دوری پر نندی گرام میں پرن کٹیا کے سامنے کا بھاگ۔ بھرت تپسوی ویش میں کاشائے وستر دھارن کئے جٹاؤں کا جوڑا باندھے بھگوان رام کی چرن پادکاؤں کی آرتی کرتے ہوئے دہیپ دیپ چندن پشپ چڑھا رہے ہیں۔]

بھرت :۔ دانشوک ہیں کتنا ابھاگا ہوں۔ کہ جو پادکائیں بن کے کنٹیلے مارگ سے مہا پربھو کے چرن کملوں کی رکھشا کرتی تھیں۔ اپنے سوارتھ کے لئے میں انکو بھی چھین لایا۔

مانڈوی (پرویش کرتے ہوئے شری پادکاؤں کی شری سیوا میں پرنام کرنے کے پشچات)

آریہ! چرنوں میں پرنام سویکار ہو۔

بھرت :۔ جو مہا پربھو شری رام۔ مہا بھگوتی شری جانکی اور مہا باہو بھیا لکشمن کے بنباس کا کارن بنا ہو۔ اور پھر جو راگھویندر سرکار کے چرنوں کو سورکھشت کرنے والی پادکائیں بھی چھین لایا ہو۔ ایسے کلنکی پرش کو آریہ نہ کہو مانڈوی! اسے پرنام بھی نہ کرو۔

مانڈوی :۔ آپ پرم بھاگیہ شالی ہیں۔ آریہ! جو پادکائیں مہا پربھو کے پد سروج چومتی تھیں، ان کو آپ نے مستک پر دھارن کیا ہے۔

بھرت :۔ دھنیہ ہیں میرے پربھو کی یہ چرن پادکائیں دھنیہ ہیں۔ اتی دھنیہ ہیں۔ (شنکھ دھونی کرتے ہوئے) یہ سمست راج کا کلیان کریں، یہ سارے ساکیت میں منگل کریں۔ یہ پوتر راجدھانی میں شانتی سکھ اور آنند کی ورشا کریں)۔

مانڈوی :۔ پران ناتھ! اب تو آپ کچھ پھل آدی گرہن کریں کل پراتہ کال سے آپ نے جل تک بھی پان نہیں کیا۔

بھرت :۔ جب میرے پربھو آجائیں گے۔ ان کے کر کملوں دوارا ہی پرشاد اب تو پا سکوں گا

مانڈوی :۔ ان کے آنے میں اب دیری نہیں آپ اتنے ادھیر نہ ہوں۔

بھرت :۔ جبتک مجھے چرنوں سے اٹھا کر دے کنٹھ سے نہیں لگائیں گے۔ تب تک کنٹھ سے ایک گراس بھی اندر میں نہیں جا سکتا (پادکاؤں سے) جبتک میرے پربھو نہ پدھاریں گے تب تک میں آپ کا پرشاد نہ پا سکوں تو مجھے کشما کرنا۔

مانڈوی :۔ یہ تو مہا پربھو کا ہی پرساد سمجھ کر آج تک گرہن کرتے رہے ہیں۔ اور اب بھی۔

بھرت (بات کاٹتے ہوئے) جس مہا پربھو نے بالپن میں بھی کبھی میرا مان بھنگ نہیں کیا کیا وہ اس بات پر مجھ سے دکھی ہو جائیں گے۔ نہیں ایسا سپن میں بھی نہیں ہو سکتا۔

مانڈوی: آریہ! آج شیّن اوستھا میں دیکھا کہ گھنے بن میں کچھ ٹیڑھی میڑھی شلائیں ایک راشی میں پڑی ہیں۔ ایکھا ایک دیگ سے وایو چلی گھنگھور گھٹائیں آئیں۔ موسلادھار ورشا ہوئی۔ پھر سُوریہ بھگوان کے لال لال نیتروں سے آگ برسی۔ اور وہ شلائیں پھٹ گئیں۔ پھر اُن میں سے بھیانک رُوپ والے راکشس پرکٹ ہوئے اور ......

بھرت: (بیچ میں ہی بولتے ہوئے) (سشنکِت ہوکر) پھر کیا ہُوا۔ مانڈوی!

مانڈوی: دُور نندی کے تٹ پر جہاں آپ تپسیا کر رہے تھے۔ وہاں سے یگیہ کا دھواں اُٹھا۔ ورکھشوں سے ٹکرایا۔ اور اُن راکھشسوں پر چھا گیا۔ اور دھیرے دھیرے چودہ کے چودہ راکشس نگل گیا۔

بھرت: یہ چودہ راکشس نہیں تھے۔ پران پریہ! مہاپربھو کے بنباس کے چودہ ورش تھے۔ جنہیں میری نندی گرام کی تپسیا نے سماپت کر دیا۔ پرنتو ابھی تک پربھو آئے نہیں۔

مانڈوی: وے آتے ہی ہوں گے۔ پران ناتھ! وے رگھوکُل آبھوشن ہیں، وے رگھوکل سُورنیہ ہیں۔ وے اپنے وچن کا پالن اوشیہ ہی کریں گے وے شیگھر ہی سارے ساکیت کو اپنی مدھُر مسکان سے اجول بنائیں گے۔

بھرت: وے متھیا نہیں بولتے، وے سدیو ہی اپنی بات پر نِشچے پر چڑھاتے ہیں۔ وے بڑے کرپالو ہیں۔ وے بڑے دیالو ہیں۔ وے بڑے اُدار ہیں۔

(پرتی ہاری کا پرویش)

پرتی ہاری: سوامنی! پرنام۔ دوار پر ایک بٹ کھڑے ہیں جو بھیتر آنے کی آگیا چاہتے ہیں

مانڈوی: آریہ! پرتی ہاری آپ کی سیوا میں نویدن کرتی ہے کہ دوار پر کھڑے بٹو ہی کو نکٹ آنے کی آگیا دیجیے۔

بھرت: ان پھلوں کو شری پادکاؤں کے سمرپت کرو۔ اور بٹ کو سمان پُورُوک آنے کی انومتی سناؤ۔

پہلا انک

دوسرا درشیہ

{ بٹو بھیتر پرویش کرتے ہوئے سر جھکا کر }

بٹ: مہاراج کی سیوا میں پرنام ہو

بھرت: مجھے مہاراج نہ کہو۔ ان شری پادکاؤں کو کہو۔ میرے پرانیشور رام کی چرن پادکائیں ہی ساکیت پر شاسن کرتی ہیں۔ میں تو ان کا سیوک ماتر ہوں۔ تم یہاں کی کاریہ شیلی سے اپرچیت ہو کوئی بات نہیں پہلے شری پادکاؤں کی سیوا میں پرنام کرو۔

بٹ: پادکاؤں کے سامنے ساشٹانگ پرنام کرتے ہوئے) جے جے مہاپربھو کی۔ اور اُن کی پاون پادکاؤں کی،

بھرت: مہاپربھو کے کرپا پاتر ہو بھگوان رام تمہارے ہردے میں براجمان ہوں۔ رام کا نام تمہاری جیبھا پر ناچتا رہے۔ کہو کُشل سے ہو۔ شاید تمہیں پہلے بھی کہیں دیکھا ہے

بٹ: سوامی! یہ میرا سوبھاگیہ ہے۔ میں

شرنگ ویر پور سے آرہا ہوں۔

بھرت:۔ نشاد راج گوہ آدی تو سب کو شنما پورنک ہیں نہ

بٹ:۔ ہاں پربھو وہ اتی انت آنند میں لین ہیں اور آپ کو پرنام دینے تھے۔

بھرت: جیسے مہاپربھو کے سکھا ہیں چھوٹی جاتی کے ہوتے ہوئے بھی بھگوان کے بڑے پریمی ہیں۔ اور ان کے ہردیہ کے سمیپ ہیں۔

بٹ:۔ میں ایک سنواد نویدن کرنا چاہتا ہوں۔

بھرت: شیگھر نویدن کرو۔

بٹ:۔ سوامی! جن کے دھیان میں آپ نرنتر لین رہتے ہیں۔ اور اب جن کی پرتیکشا میں آپ گھڑیاں گن رہے ہیں۔ وے رگھوکل منی مہاراج بھگوان شری رام۔ مہارانی سیتا اور انوج بھراتا لکشمن کے سہت . . . .

بھرت: (بات کاٹتے ہوئے) آرہے ہیں۔ بٹ شیگھر کہو۔ کیا وہ پدھار رہے ہیں۔ کیا وہ . .

بٹ:۔ ہاں۔ مہاپربھو! اسنکھیہ وانروں کی سینا کے سہت لنکا پر وجے پراپت کر کے ساکیت میں پدھار رہے ہیں۔

بھرت: (گدگد ہو کر) اہو۔ بٹ! تم دھنیہ ہو آؤ میرے ہردیہ سے لگ جاؤ۔ یہ برہا کی آگ میں جل رہا ہے۔ اسے کچھ شانت کرو۔ اسے کچھ شیتل کرو۔ اسے کچھ آنندت کرو (ہردیہ سے بھینچ کر) سچ۔ سچ میرے رام آرہے ہیں۔ مانڈوی! مانڈوی!! آج مہاپربھو آرہے ہیں جاؤ جا کر راج بھون میں سوچنا دے دو۔ کہ میرے پران . . . . (مورچھت ہو کر گرنا)

مانڈوی:۔ (آکر) کیا آپ نے مجھے پکارا۔ پران ناتھ! پرنتو آپ مورچھت کیسے ہو گئے بٹ! کیا ہو گیا۔

بٹ:۔ مہادیوی! مہاپربھو راگھویندر سرکار کے آگمن کی سوچنا پاکر . . . . . .

مانڈوی: (بات کاٹتے ہوئے) مہاپربھو آرہے ہیں۔ آہا۔ مہاپربھو . . . . . .

بٹ: ہاں مہادیوی، وے آیا ہی چاہتے ہیں۔

مانڈوی:۔ اہو۔ دھنیہ ہو بٹ! تم یہ سکھ سنواد لائے ہو تم دھنیہ ہو (آنچل سے ہوا کرتے ہوئے) ناتھ! جاگئے۔ سوچیت ہو جائیے مہاپربھو آرہے ہیں۔ ان کے سواگت کی تیاری کیجئے۔ اٹھئے۔ اٹھئے بھگوان جاگئے (جل چھڑکنا)

بھرت: (چیتن ہوتے ہوئے) کس نے یہ پیارا نام اچارن کیا۔ ادھر۔ مانڈوی۔ جاؤ سب کو سوچیت کر دو میرے رام آرہے ہیں میرے پران ایشور آرہے ہیں۔ میرے مہاپربھو آرہے ہیں۔

مانڈوی:۔ آدیہ سرشیٹھ! آپ سوستھ ہو جائیے وے آنے والے ہیں۔ وے آیا ہی چاہتے ہیں

بھرت:۔ جاؤ۔ پران پریہ! ماتا کوشلیا سے اور ماتا سمترا سے شیگھر کہو۔ مہاپربھو آرہے ہیں بھگوتی جانکی اور بھائی لکشمن سہت آرہے ہیں۔ جاؤ۔ دیری نہ لگاؤ (مانڈوی کا پرستھان) (اپنے آپ) میرے رام آرہے ہیں (ناچنا) آہا ہا (بٹ کو جھنجھوڑ کر) بٹ تم کون ہو، تم نے مجھ پر

کتنا اُپکار کیا ہے۔ تم اپنا پورا پریچے دو

بٹ: پربھو! میں ماروت سُت ہنومان ہوں

بھرت: اوہو۔ ہنومان..... مہاپربھو کے سچے سیوک، مہاپربھو کے کرپا پاتر۔ آؤ آؤ میرے ہردیہ سے لپٹ جاؤ۔ میرے نینوں پر بیٹھ جاؤ۔ میرے مستک پر براج جاؤ۔ (آلنگن کرتے ہوئے) تم نے میرے کلیش ہر لئے۔ تم نے میرے دُکھ سماپت کر دیئے۔ تم نے میری پیڑا شانت کر دی۔ اس سندیش سے بڑھ کر میرے لئے اور کیا ہو سکتا ہے۔ میں تمہارا رِنی ہوں۔ میں بدلے میں کچھ نہیں دے سکتا۔

بٹ: میں تو آپ کا بھی داس ہوں۔ اور مہاپربھو کا بھی۔ یہی آشیرواد دو کہ مجھے اپنائے رکھیں

بھرت: تم بڑے پیارے ہو۔ مہاپربھو کا چرتر ورنن کرو۔ اُن کی جے کی کوئی بات سناؤ۔ اُن کی کرونا کی کوئی گاتھا گاؤ۔

ہنومان: مہاپربھو آنند پوروک وجے پراپت کر کے گرد نابر سانے آ رہے ہیں۔ سمست دکھشن اُن کے پرتاپ کی جیوتی سے جگمگا اُٹھا ہے۔ کیلاش پربت کی طرح اونچے پروت ترکوٹ پر وشو کرما دوارا رچیت لنکا پوری میں اُن کے یش کے ڈنکے بج اُٹھے ہیں اور اسنکھیہ وانر ول بھالوؤں کے پریوار کے سہت جے جے کار کی دھونی میں وے ساکیت کو سنگیت مئے بناتے آ رہے ہیں۔ اندر، ورن، یم مہادیو، برہما آدی دیوتاؤں نے اُن کی ستتی گان کی ہے یہ سُر پریوار اور رشیوں منیوں کے سنگ پشپک ومان سے اُتر کر گنگا تٹ پر مہرشی بھردواج آشرم میں سشوبھت ہو رہے ہیں۔ کل پنیہ نکھشتر میں آپ کی اُن سے بھینٹ ہوگی ایسے مہاپربھو کے پوتر واکیہ ہیں۔

بھرت: ہنومان! کل وے مجھے درشن دینگے آہا! میں اس سماچار سے کرتارتھ ہوگیا۔

ہنومان: بھگون! وے تو آپ کے گُن گاتے گاتے تھکتے نہیں۔ وے کبھی کبھی آپ کی بات کرتے سمئے سُدھ بُدھ بھول جاتے ہیں
اچھا، پربھو۔ مجھے اب آگیا دو۔ کل مہاپربھو کے سنگ پھر آپ کے درشن کروں گا۔ ابھی ہی آگیا لے کر آیا ہوں۔

بھرت: جاؤ۔ پون سپتر۔ مہاپربھو کو اکٹھا کر لے آؤ۔ آج تم نے مجھ پر مہا اُپکار کیا ہے۔ ایک اور بھی کرو۔ ان نگوڑے نینوں کو بھی شانت ہو لینے دو میرے ہردیہ کو تو آپ نے پرپھلت کر دیا۔ میں اس کے اُتر میں آپ کو کچھ بھی دینے یوگیہ نہیں ہوں۔ کیول اتنا ہی کہتا ہوں کہ تربھون پتی رام آپکو چرن شرن سے دور نہ کریں۔

ہنومان: (پرنام کرتے ہوئے) پوجیہ پادکاؤں کی شری سیوا میں پرنام

بھرت: (آشیرباد دیتے ہوئے) مہاپربھو کی آپ کو کرپا پراپت ہو (شترگھن سے) بھیا جاؤ سب کو سوچت کر دو اور گورو دیو

سے جا کر انومتی لو۔

انک پہلا

درشیہ تیسرا

ماتا کوشلیا راج بھون میں بیٹھی پتر رام کی پرتیکشا کر رہی ہے اور ساتھ ساتھ ایک گیت گنگنا رہی ہے۔

کوشلیا:۔ تم جن منی کھمبوں میں اپنا پرتی بمب دیکھ کر کتنی بار مسکائے ہو۔ کتنی بار ناچے ہو۔ کتنی بار رُوٹھے ہو۔ پر اب بھی تمہاری اُن جھانکیوں کو سونکھشت لیکھے ہوئے ہیں۔ جب میں دھیان دھرتی ہوں تو تمہاری ہی چھبی نہارتی ہوں پر تم سوئم کب آؤ گے۔ یہ کوئی نہیں بتاتا۔ بدیا میں جاتے سمے اشرو دل نے نینوں کو دھندلا کر رکھا تھا۔ میں جی بھر کر تمہارے شرے وستر اور جٹا جوٹ دیکھ نہ سکی۔ پرنتو آج ایسے پرتیت ہو رہا ہے کہ مجھے ماتا کہہ کر بلانے کے سور کانوں میں گونجنے آرمبھ ہو گئے ہیں۔ اور تمہارا چرن سپرش تن میں پلکاولی پرگٹ کرنا سا جان پڑتا ہے پرنتو تم آپ کہاں ہو رام۔ میرے رام اور لکشمن کب مجھے ماں کہہ کر پکاریں گے۔ میری ماں ونتی سنیا کب میرے چرنوں پر مستک جھکا کا ٹیکی

(بھرت کا جھومتے ہوئے پرولیش)

بھرت:۔ ماتا جی۔ ماتا جی

کوشلیا:۔ (چونک کر) بھرت۔ پیارے بھرت

بھرت:۔ آنند وبھور ہو گیا ماتا جی۔ مہا پربھو مہا بھگوتی اور بھیا لکشمن ....

کوشلیا:۔ (ماتھا چومتے ہوئے) کہو۔ کہو میرے لاڈلے شگیھر کہو۔

بھرت:۔ یہ تینوں۔ یہ تینوں لیشپ وماں پر

کوشلیا:۔ کیا آ گئے ہیں (باوری ہو کر اٹھتی ہے) کیا آ گئے ہیں۔ کہاں ہیں۔ پتر کہاں ہیں۔

بھرت:۔ انہوں نے وشانن کا ودھ کر ڈالا ہے وے اسنکھیہ وانروں اور بھالوؤں کے سہت گنگا تٹ پر بھردواج آشرم پر وشرام کر رہے ہیں۔

کوشلیا:۔ چلو ہم وہاں تک چلے چلیں۔ میں اپنے پتروں کا ماتھا وہاں ہی جا کر چوم لوں

بھرت:۔ کل ارُن اودے کے ساتھ ساتھ ہماری مہا پربھو سے بھینٹ ہو گی۔ کل دنکر کل دنکر کی مسکان روپی چاندنی سے ہمارے ہردیہ روپی لیشپ کھل اُٹھیں گی ــ تیاری کر دــ سواگت کی۔ شترگھن گرو دیو سے آگیا انومتی لینے گئے ہیں۔ نگر میں سوچنا بھیج دی گئی ہے۔ نگر نواسی درشنوں کے لئے اُمڈتے چلے آ رہے ہیں۔

کوشلیا:۔ (چھاتی سے لگاتے ہوئے) بھرت! پتر تم بھی میرے لئے رام سے کم تو نہیں ہو،

شترگھن (ناچتے جھومتے ہوئے) پوجیہ گورو دیو نے دھوم دھام سے سواگت کی انومتی دے دی ہے۔ وے سوئم نندی گرام میں ہی پدھار رہے ہیں۔ اور ان کا آدیش ہے کہ سب کوئی نندی گرام میں ہی چل کر سواگت کرو

بھرت:۔ (ماتا سے) آپ جا کر ماتا سمترا جی کو

سو چت کر دو۔ کہ چودہ ورشں سے سوئے
ہوئے بھاگیہ آج جاگ رہے ہیں۔ چودہ ورشوں
سے سوکھے ہوئے اُپ بن آج ہرے بھرے
ہو رہے ہیں۔ چودہ ورشوں سے چھائے
ہوئے اندھیرے آج بوریا بستر باندھ رہے
ہیں۔ سب وستر آبھوشن پہن کر آرتی تھال
سجاؤ۔ آپ کیلئے شبھ کامنائیں آ رہی ہیں۔
(شترگھن سے) جاؤ تم جا کر ناگرکوں سے کہدو
کہ نگر کے سمست دیوتاؤں کا کل مندروں
میں سنگیت، سگندھی لیپ اور دھوپ
سے پوجن ہو۔

شترگھن :۔ جو آگیا۔

بھرت :۔ سُومنت۔ پُران اگیہ۔ بنیا لک اور
کوشل وادیتر ایکترت ہو کر مہاراج کا
سواگت کرتے ہوئے وندنا کریں۔

شترگھن :۔ جو آگیا۔

بھرت :۔ نندی گرام سے ایودھیا تک کا
مارگ سم کر دیا جائے۔ اُس پر شیتل جل
سے چھڑکاؤ ہو پھر اُس پر پھولوں کی راشی
اور لاجا کے سموہ بکھیر دیئے جائیں۔ نگری کے
سمست بھون پھول مالاؤں سے اور پھولوں
کے گچھوں سے سُسجت کئے جائیں۔
اور پرتیک بھون پر پتاکائیں لہرائی جائیں
بازاروں میں ہرے پتوں کے بندن وار
باندھے جائیں۔

شترگھن :۔ جو آگیا

بھرت :۔ راج مارگ پر رنگ برنگے
چوک پورے جائیں۔ اور دونوں اور ناگرک سندر
وستر آبھوشن دھارن کر کے پنکتی بدھ کھڑے رہیں
منتری، میرے آٹھوں منتری گھرشٹ، جینت، وجے
سدھارتھ، سادھک، اشوک، منترپال اور
سومنت ایسی ویوستھا کریں کہ راج ماتائیں اور رشی
پتنیاں نندی گرام تک سادھانی سے پہنچ سکیں

شترگھن :۔ جو آگیا۔

بھرت :۔ سونے کے آبھوشنوں سے النکرت
انیکوں مدماتے ہاتھیوں، رتھوں اور گھوڑوں پر
رنگ برنگے جھنڈے لئے نگر کے سبھی یودھک اور
نوجوان نندی گرام تک اپستھت رہیں۔

شترگھن :۔ جو آگیا۔

بھرت :۔ اور میں اپنے سیس پر مہا پربھو کی چرن
پادکائیں لے کر ننگے پاؤں آگے آگے چلوں گا
سفید پشپ مالاؤں سے سوسجت رتن جڑت پالکی
میں پادکائیں ہوں گی۔ ساتھ ساتھ سونے کا چھتر
اور سونے کا چنور لے کر منتری بھی چلیں گے کچھ لوگ
اُن پر بہت مشک اور گلاب جل چھڑک رہے ہوں
کچھ لوگ پشپوں کی ورشا کر رہے ہوں۔ کچھ آرتی
اُتارتے چلیں۔ کچھ گاتے چلیں اور کچھ جے جے
کار بلاتے چلیں۔

شترگھن :۔ جو آگیا۔

بھرت :۔ جو کچھ میں نے کہا ہے، یہ پرتین شیگھرا
سے کھشانت کا ہونا چاہیئے۔

شترگھن :۔ منتری گن اور سب کاریہ کرتا دوار پر
اپستھت ہیں۔ یہ سب پربندھ پلک جھپکتے ہی
ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ نشچنت رہیں۔

بھرت :۔ تتھاستو

(پٹ پریورتن ۔ ستھان نندی گرام)

سمست ساکیت کے ناگرک وبوستھا کیبانھ اُپستھت ہیں ۔ہیں گھوڑوں کی ٹاپوں اور رتھوں کے پہیوں کی گھر گھراہٹ شنکھوں اور تُرہیوں کے بجنے کا کولاہل ہو رہا ہے ۔ ایک اور ڈھول شہنائیوں کا پربندھ ہے ۔ دوسرے اور پنڈت لوگ وید منتروں کا جاپ کر رہے ہیں ۔

بھرت :۔ (شترُگھن سے) راج ماتائیں سبھی اپنے اپنے ستھان پہ اُپستھت ہیں ؟

شترُگھن :۔ ہاں بھگون ۔ وبوستھا میں کوئی انتر نہیں

بھرت :۔ راجگورو ، تتھا انیہ رِشی گن سب یتھا ستھان ہیں ۔ یہ سب ہم نے دیکھ لیا ہے پرنتو ابھی تک پُشپک وِمان درشٹی گوچر نہیں ہُوا ؟

شترُگھن ۔ پنیہ نکشتر تو سمیپ آگیا ہے ۔

بھرت ۔ سنبھو ہے کہ مہا منی بھردواج آشرم میں انہیں کچھ ولمب لگ گئی ہو ۔

شترُگھن :۔ وانر سبھا سے چنچل ہوتے ہیں نٹ کھٹ ہنومان نے کہیں .....

بھرت :۔ (بات کاٹ کر) نہیں بھیا ! ایسا کدا پی نہیں ہو سکتا ۔ ہنومان مہا پربھو کے اننیہ بھگت اور پرم سیوک ہیں ۔ میرا اُن پر اٹوٹ وشواس اور اگادھ شردھا ہے ......
(اُنگلی کے سنکیت سے) وہ دیکھو پُشپک وِمان .. سب کی درشٹی آکاش کی اور اُٹھ جاتی ہے ۔ اور دھیرے دھیرے گھُوں گھُوں کا شبد کان میں سنائی دینے لگتا ہے ۔

شترُگھن ۔ ہاں ہاں وُہی ہے ۔ مدھیہ کالین سمئے کے سُوریہ کے سمان جو چمک رہا ہے ۔ اور اُس میں ، وانر ، بھالو ، تتھا رِشی منی اور دیوتا گن سبھی کے سبھی شوبھائمان ہیں ۔ اور ادھر دیکھئے ۔ مہا پربھو جی ۔ مہا بھگوتی جی اور مہا باہُو جی ۔ سبھی ہو جے ہو ۔

(سب نگر باسی ایک سور میں بڑی شردھا اور آنند میں وبھور ہو کر جے گھوش کرنے لگتے ہیں)

" پرم پُلت چت رام کی جے ۔ سدا پرسنیہ رام کی جے ۔ لنکا وجیئی رام کی سجے "

بھرت ۔ سچ مچ آج میں کتنا بھاگیہ شالی ہوں کہ چودہ ورشوں کے سجل نیتروں سے آج میں بھگوان رام ماتا جانکی اور بھیا لکشمن کے درشن کر سکوں گا ۔

شترُگھن :۔ بن یاترا کے چودہ ورش وتیت کر کے پُرواجوں کی پرم پرا کے انوسار اپنے وچن کو ستیہ کرنے کیلئے وہ دیکھو وِمان سے نیچے اُتر رہے ہیں ۔ وے دیکھئے مدھیہ میں رگھوبیدر سرکار ۔ دام انگ میں جنک نندنی جانکی اور ادھر سُمترا نندن لکشمن ۔ جے ہو ، جے ہو ۔ ہر دیش کی جے ہو پرانیش کی جے ہو ۔ اودھیش کی جے ہو ۔

[چاروں اور سے جے جے کار ہوتی ہے ۔ دھرتی آکاش گونج اٹھتے ہیں ۔ دھیرے دھیرے جے گھوش کے سور شانت ہوتے ہیں اور وِمان اُترنے کا شبد کانوں میں آکر گھوں گھوں کرنے لگتا ہے ۔]

سب ناگرک :۔ رگھوکُل نایک کی جے ہو ۔

رگھو کل چندن کی جے ہو۔ رگھو کل شوبھا کی
جے ہو۔ رگھو کل منی کی جے ہو۔ رگھو کل تلک
کی جے ہو۔ رگھو کل بھوشن کی جے ہو۔ رگھو کل
دیپک کی جے ہو۔ رگھو کل سوریہ کی جے ہو
رگھو کل گورو کی جے ہو۔ راگھویندر کی جے ہو
رگھو کل چوڑامنی کی جے ہو۔ رگھو کل جیون
کی جے ہو۔

بھرت:۔ آؤ۔ آؤ۔ میرے پران پیارے (اتنا
کہتے کہتے مورچھت ہو جاتا)

رام:۔ گورو جنوں اور ماتاؤں کو پرنام کرنے
کے بعد۔ بھرت پیارے بھرت! (اپنی
پلکوں سے اس کے مکھ کمل پر پڑی ہوئی دھول
کو جھاڑتے ہوئے اسے سچیتن کر کے کنٹھ سے
لگاتے ہوئے) جاگو بھیا! اب سونے کا سمے
نہیں۔ گورو جنوں اور ماتاؤں کو پرنام کرنے کے بعد۔

بھرت:۔ (چرنوں سے لپٹتے ہوئے) بہت
ورشوں کے پشچات ان چرنوں کو پایا ہے
بھیا! تھوڑی دیر مجھے چھاتی شیتل کر لینے دو۔

رام:۔ (کنٹھ سے لگاتے ہوئے) کنتو آپ کا ستھان
میرے چرنوں میں نہیں۔ ہردیہ میں ہے بھیا!
میرے کنٹھ سے لپٹ جاؤ۔ میرے پریم کے
پیاسے روم روم کو بھگتی روپی امرت
دھارا سے سینچ دو۔ میرے ہردیہ کے اپون
کو آج ریتو راج بسنت کے آگمن پر ہرش
منا لینے دو۔ چرکال سے بچھڑے ہوئے میرے
ہردیہ کے بھاگ کو آج اپنے ستھان میں گھل
مل جانے دو۔

بھرت:۔ (پھر چرنوں پر جھکتا ہے) میری ندھی
میری سمپتی۔ میرا دھن۔ تو ناتھ! ان چرنوں میں
ہے۔ اب تو مجھے یہ پراپت کرنے کا ادھیکار
دے دو۔

رام:۔ دیکھو بھیا! میرے اشرو دھرتی پر گر رہے
ہیں۔ انہیں اپنے آنچل میں سنبھالو۔
سچ سچ تمہارا شریر کتنا دربل ہو گیا ہے۔

بھرت:۔ میرے شریر کی چنتا نہ کیجئے راگھویہ
پادکائیں آپ کی پرتیکشا میں پڑی ہیں۔ پہلے تو
ان کو چرن سروج کا سپرش پردان کر دیں
اپنے سوارتھ کے لئے انہیں بھی آپ سے چھین
لایا۔ آپ کے پاؤں کنٹک پتھ پر رکت رنجت
رہیں گے۔ اس کی بھی پرواہ نہ کی۔

رام:۔ بھیا بھرت! تم نے لوک، وید۔ اور کل کی
مریادا کی لاج رکھ لی، تمہارا نام بھگتی کے
سنسار میں امر رہے گا۔ بھگتی کا نام تم نے
پھر سے سجیو کر دیا ہے۔ بھرت! تم دھنیہ ہو
(رام بڑھ کر گورو وششٹ، ماتاؤں اور رشیوں
سے مل کر ناگرکوں سے ملتے ہیں۔ ماتائیں
اور گورو جن آشیرواد دیتے ہیں) رام سن کر
سر نیچا کر لیتے ہیں اور بار بار بھرت سے آ کر
لپٹ جاتے ہیں۔ شتروگھن کے ماتھے کو
چوما اور پھر بھرت کے گلے کا ہار ہو گئے۔)

راجگورو:۔ رام چرکال تک جیو۔ اور چرکال تک
ساکیت واسیوں کو درشن امرت پان
کراتے رہو بھرت نے چودہ ورش نندی گرام
میں پادکاؤں کی سیوا پوجا کر کے جو بھگتی اور

تیاگ کا آدرش جگمگایا ہے ۔ یہ سراہنیہ ہے
اب آپ اپنے کرکملوں سے اس کے یہ جٹا
جوٹ اور بھوج پتر کے وستر اتار دیجئے اور
سندر سندر آبھوشنوں دوارا ان کو سوسجت
کیجئے ۔

رام :۔ جو آگیا گورودیو

راجگورو :۔ اس سے بھی پہلے انھیں جل پان
کرائیے ۔ یہ کتنے دنوں سے وایو بھکشن کر کے
جیون ونیت کر رہے ہیں ۔ اور نرنتر دن رات
جاگ کر اپنی پرتیکشا ۔

رام :۔ بھیا بھرت ۔ تو نے رگھو کل کی مریادا کو
وشو میں اجاگر کر دیا ہے ۔ تو دھنیہ ہے ۔

راجگورو :۔ رام ! اپنے کرکملوں سے ان کی جٹاؤں
کو سنوارو ۔ اور اپنی وانی سے ان کے گھاؤں
پر مرہم لگاؤ ۔

رام :۔ جو آگیا ۔ گورودیو (جا کر بھرت سے لپٹ
جاتے ہیں)

راجگورو :۔ آج راتری کو سمست ساکیت اور
نندی گرام میں دیپ مالا کی جائے ۔ راج
بھون میں اسنکھیہ دیپوں سے جگمگاہٹ
ہو ۔ ایودھیا کے گلی کوچے اجاگر ہوں ۔ چودہ
ورش کی اماوس کو آج پورنما کا سنگار پراپت
ہو ۔ سمست رج کن ۔ تارا گن کی نائیں جگمگ
کر اٹھیں ۔ سمست دشائیں دیپ شکھاؤں
سے اجول ہو جائیں ۔ اور یہ اُوداس
اندھیرے روشنی کے ساگر میں ڈوب کر
مکت ہو جائیں ۔ بلکہ پرتی ورش بھگوان
رام کے آگمن کا یہ دن سجاوٹ میں اور راتری
دیپوں کی چاندنی میں منا کر سمست ناگرک
ہاردک شردھانجلی بھینٹ کریں ۔

{ راتری کو دیپاولی کا درشیہ
اور انتم پردہ }

(ختم شد)

بھرت ملاپ

از

امیر الشعرا دیوان پنڈت داس جی قمر

کیا پوچھتے ہو بھرت کی خوشیوں کی انتہا
یارا نہیں زبان کو اس کے بیان کا
دوڑا ہے اٹھ کے رام کے دیدار کیلئے
آنسو رواں ہیں پریم کے اظہار کیلئے
دل میں بھی رام رام ہے لب پر بھی رام رام
اس کے سوا نہیں ہے زباں پر کوئی کلام
سینہ سے پھر لپٹ گیا چرنوں کو چھوڑ کر
خود رام روپ ہو گیا دل، دل سے جوڑ کر
یہ ہے بھرت ملاپ کی تصویر دیکھئے
صدیوں کے بعد پھر وہی توقیر دیکھئے
ہر سو مبارکیں ہیں فرشتے اُن کے نام کی
جے جے کی ہے پکار شری سیتا رام کی

تغافُل

از

شری نوبت رائے جی شوخ

جو سب کچھ سونپ کر اپنا اُسی کو پیار کرتے ہیں — سکُونِ دائمی پا کر وہ جیتے ہیں نہ مرتے ہیں

وہی مر مر کے جیتے ہیں وہی جی جی کے مرتے ہیں — جو اُس کی یاد سے غافل تغافل اُس سے کرتے ہیں

مِلا ہے جس کی رحمت سے ہمیں یہ جامۂ انسان — اُسی سے چشم پوشی کر کے ہم دُکھ درد بھرتے ہیں

ذریعہ ہے یہ تن آواگون سے چھُوٹ جانیکا — جو لیں بھگوت بھجن سے کام بھوساگر سے ترتے ہیں

کریں ہم کام بھی دُنیا کے ہو کچھ یاد بھی اُسکی — کہ بگڑے کام جسکی کارسازی سے سنورتے ہیں

ہماری فکر ہے جسکو ہے واجب ذکر بھی اُسکا — کہ اُس کے نام ہی سے ڈوبتے بیڑے اُبھرتے ہیں

بہت مُنہ زور یہ سنسار ساگر کے تھپیڑے ہیں — جو کر لیں نام بل پیدا وہ بے کھٹکے گذرتے ہیں

زیادہ سے زیادہ دھن کمانیکی ہے دُھن ہم کو — مگر کب ایشور کا کم سے کم بھی دھیان دھرتے ہیں

ہمیں دُنیا کے دھندوں سے کبھی چھُٹی نہیں ملتی — ہماری زندگی کے روز شیرازے بکھرتے ہیں

مِلا جاتا ہے مِٹّی میں یہ ہیرا جنم غفلت سے — کہاں دن رات میں بھگوان کو دو پل سمرتے ہیں

ہماری عمر گنتی جا رہی ہے موت کی گھڑیاں
جہاں سے شوخ خالی ہاتھ آخر کوُچ کرتے ہیں

دیوالی کا تہوار اور لکشمی پوجن

از:- شری جگن ناتھ کھنہ صفی بی اے۔ بی۔ٹی

بیٹیا روی، تم کیوں نہیں اُٹھتے۔ دیکھو تو سورج دیوتا بھی اُدے ہو گئے اور تم ہو کہ آج اُٹھنے میں نہیں آتے، بات کیا ہے۔ بیٹا، ٹھیک تو ہو" یہ شبد کہہ کر ماتا نرملا اپنے لڑکے روی کو جگا رہی تھی۔ بچہ جاگ تو چکا تھا۔ لیکن اُس دن اُٹھنا نہیں چاہتا تھا۔ سکول سے چھٹی تھی اور کوئی کام نہیں تھا۔ وہ کئی روز سے محلہ کے مکانوں میں سفیدی ہوتی دیکھ رہا تھا۔ اِدھر اُدھر کے مکانوں میں بڑی سجاوٹ ہو رہی تھی۔ لیکن اِن کے گھر میں اِس کی طرف کسی نے دھیان نہیں دیا۔ وِنود کے گھر جو اُن کے پڑوس میں رہتا تھا دیوالی منانے کی بڑی دھوم دھام سے تیاریاں ہو رہی تھیں اُس کا باپ ایک امیر بیوپاری تھا، ایک فرم کا مالک، بڑی ٹھاٹھ سے رہتے تھے۔ کسی چیز کی کمی نہیں تھی۔ کار میں چڑھ کر سکول جاتا تھا۔ آج روی اپنے بستر پر پڑا اپنے بھاگ کی اِس کے بھاگیہ سے تُلنا کر رہا تھا۔ اور دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ ہمارے لئے یہ تیوہار کیا معنی رکھتا ہے۔ ماتا نے جب جھنجوڑ کر جگایا تو اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ چُپ چاپ، ماتا کے بار بار پوچھنے پر کہ وہ اُٹھتا کیوں نہیں وہ بولا ممیا! آج کیا بات ہے جو تم میرے جگانے کے پیچھے پڑی ہو،

ماتا نے کہا بیٹیا، آج دیوالی ہے۔ جو ہمارا بڑا بھاری تیوہار ہے، دیکھتے نہیں ہو لوگ اِس کے لئے کتنی تیاریاں کر رہے ہیں۔ یہ سنکر روی بولا، ممیا، ہمیں لوگوں سے کیا، ہم نے تو کوئی تیاری نہیں کی، اِسی واسطے میرا دل اُداس ہے اور میں گھر سے باہر بھی جانا نہیں چاہتا۔ اگر پتاجی آج یہاں ہوتے تو کیا ایسا ہی ہوتا ...... یہ کہہ کر وہ سسکیاں لینے لگا، آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور بے حال سا ہو کر پھر چارپائی پر لیٹ گیا۔ یہ دیکھ کر ماتا کو بہت دُکھ ہوا لیکن وہ تھی بڑی دھیرا اور گھمبیر، کوئی اور ہوتی تو اُس کے ساتھ ہی رونا شروع کر دیتی۔ نہیں وہ موقعہ کو تاڑ گئی اور بچے کو جو ابھی مشکل سے سات آٹھ سال کا تھا شاباش دینے لگی۔ اس نے اپنے بیٹے کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا۔ بیٹیا، تمہارے پتاجی گھر نہیں، تو کیا وہ گھر بھی ساتھ لے گئے ہیں۔ گھر میں کس چیز کی کمی ہے۔ ہر ایک چیز موجود ہے۔ دیکھو نا، آج ہم مٹھائی اور پکوان بنائیں گے۔ مکان کی صفائی کرینگے۔ اس کو سجائیں گے۔ روی بولا، خاک سجائیں گے مکان۔ جب سفیدی تو کرائی ہی نہیں گئی۔ ماں نے کہا بیٹیا، سفیدی آدھ گھنٹہ کا کام ہے۔ وہ بھی کر لینگے اور جو کچھ تم چاہو گے،

روی:- تو کیا میرے لئے کیلنڈر اور تصویریں بھی منگاؤ گی۔

ماں:- ضرور، جو کیلنڈر تم چاہو بازار سے خرید لاؤ۔ اور جو کچھ بھی تم پسند کرو۔ لیکن روی آج کے

بن اُداس نہ ہونا۔ کیا بات ہے جو تمہارے پتاجی یہاں نہیں ہیں۔ وہ بھی کل آ جائیں گے۔

روی:۔ میا! مٹھائی بھی بازار سے ہی منگائیں گے۔ گھر بنانے کی کیا ضرورت ہے اور تمہیں سمان ہی کہاں ملے گا۔

نرملا:۔ بیٹا! بات یہ ہے کہ آج رات ہم دیوی لکشمی کی پوجا کریں گے۔ اس کے لئے گھر میں شدھ اور پوتر گھی سے پکوان بنائیں گے۔ جو چاہو گے بازار سے بھی لے آنا۔ لیکن گھر میں تیار کی ہوئی وستوئیں زیادہ اچھی ہونگی۔

روی:۔ تو میا لکشمی کی پوجا سے کیا ہوگا۔ کیا اس دفعہ ہی کرنے لگی ہو یا پہلے بھی کبھی کیا کرتی تھی۔

نرملا:۔ پوجا تو ہم کیا ہی کرتے ہیں۔ لاہور میں تو بڑے سمارو سے یہ کام ہوتا تھا۔ وہاں تمہارے پتا کی اپنی دکان تھی۔ اور کافی پیسے والے تھے۔

روی:۔ تو پھر آپ لاہور سے کیوں آ گئے اور وہ دھن کہاں چلا گیا۔ اور پتاجی پر یہ آپتی کہاں سے آ گئی۔

نرملا:۔ لاہور سے تو ہم اپنی جانیں لے کر ہی ادھر آ گئے۔ وہاں مسلمانوں کا راجیہ ہو گیا۔ وہ اب ایک مسلمانی دیش بن گیا ہے جسکو پاکستان کہتے ہیں۔ جو نقدی تھوڑی بہت ساتھ لائے، وہ پہلے تین چار سال میں ختم ہو گئی۔ پھر ایک دکان بنائی اس میں گھاٹا پڑ گیا۔ دو تین سال اس طرح سے گذرے۔ پھر وہ بیکار ہو گئے۔ اور پھر تمہارے پتاجی کو جالندھر میں ملازمت مل گئی۔ وہ وہاں چلے گئے، ہمیں وہاں مکان نہ ملا۔ اس لئے ہم لوگ یہیں رہ گئے۔ وہ اتوار کے روز یہاں آ جاتے۔ اور ہماری دیکھ بھال کر جاتے اس طرح سے کام کرتے ہوئے انہیں اب پانچ سال ہو گئے ہیں لیکن چھ مہینے کی بات ہے کہ ان پر ایک جھوٹا مقدمہ بنا دیا گیا اور ملازمت سے انہیں علیحدہ کر دیا گیا۔ اب وہ مقدمہ چل رہا ہے۔ کل اس کی پیشی ہے آخری حکم سنایا جائے گا۔ تبھی تو وہ کل کے جالندھر گئے ہوئے ہیں۔

روی:۔ ماتا لکشمی کی پوجا سے کیا مطلب ہے۔ لکشمی تو دھن کو کہتے ہیں۔ اس کی پوجا کیسے؟

نرملا:۔ بیٹا! لکشمی شری نارائن کی دھرم پتنی ہیں۔ دھن کی ادھشٹاتری دیوی ہیں جب وہ پرسن ہو جاتی ہیں۔ تو اُن کے گھر دھن دھانیہ کی لہر بہر ہو جاتی ہے۔

روی:۔ جب آپ اُنکی پوجا اتنے سالوں سے کر رہے ہیں، تو وہ پرسن کیوں نہیں ہوئیں، وہ تو اور بھی روٹھ گئی معلوم دیتی ہیں۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔

نرملا:۔ بیٹا! ہم بھی مکان کی صفائی اور سجاوٹ کی طرف ہی زیادہ دھیان دیتے تھے اور پوجا اسی کو سمجھتے تھے کہ گھر میں روشنی کر دی اور مٹھائی کھالی، اور جو بچ رہی وہ اپنے سمبندھیوں کو بانٹ دی۔

روی:۔ تو پھر اور پوجا کیا ہوتی ہے؟

نرملا:۔ بیٹا، پوجا جو اب ہماری سمجھ میں آئی ہے۔ یہی نہیں کہ مکان میں سفیدی کرا دیں، فرنیچر پر نیا

روغن کرائیں۔ دیواریں سجائیں، پوجا ہوتی ہے گھر میں وشیش ستھان کو شدھ کر کے (علاوہ گھر کی شدھی کے) وہاں لکشمی جی کا سنگھاسن ستھاپت کریں۔ انکی مورتی پر تلک اور لیپ چڑھائیں۔ دھوپ دیپ سے آرتی اتاریں۔ ان کے ستوتر گوپال سہسر نام، وشنو سہسر نام کا پاٹھ کریں۔ شردھا پوروک ان کا آواہن کریں۔ اور بھوگ لگائیں۔ اور پرارتھنا کریں کہ بھگوتی ہم پر پرسنّ ہو۔ اور اگر سچے ہردے سے اُن کی ارادھنا کی جائے تو وہ اوشیہ سنتی ہیں اور اپنے بھگت کی سہائتا کرتی ہیں۔ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ پرسنّ ہوں،

روی:- تو ماتا جی، ابھی سے اس کے لئے تیاری شروع کریں تو ٹھیک ہوگا۔ اب میرے لئے کیا آگیا ہے۔

نرملا:- بیٹا آؤ پہلے مکان کی صفائی آدی کر لیں۔

بس پھر دونو صفائی میں جُٹ گئے۔ لگے ہاتھ ایک کمرے میں سفیدی بھی کردی۔ اس کے بعد نرملا نے اسنان آدی کر کے بھوجن تیار کیا۔ اور روی بازار سے دیواریں سجانے کے لئے کچھ تصویریں اور کیلنڈر لایا۔ بھوجن کرنے کے بعد سارے مکان کو سجانے میں لگ گئے۔ چار بجے نرملا نے کچھ مٹھائی اور پکوان بنائے۔ روی نے لیمپ صاف کیں۔ اور رات کو جلانے کے لئے دیپک تیار کئے۔ پھر بازار سے وہ پوجا کا سامان اور کچھ تازہ مٹھائی اور خرید لایا، شام ہوئی، روشنی کی گئی اور وہ بازار کا چکر لگا کر دیوالی کی رونق دیکھ آیا اور راستے ہی پنڈت جی کو نمنترن دے آیا کہ دس بجے کے قریب پوجا کے لئے ضرور آویں۔ چنانچہ پنڈت جی آئے۔ سب سامگری تیار تھی گھر میں جگمگ جگمگ ہو رہی تھی۔ انہوں نے لکشمی پوجن کرایا، چاندی کے دو چار روپے جو گھر میں تھے، وہی لکشمی جی کے پرتیک تھے۔ آرتی اُتاری گئی۔ پنڈت جی کو ایک روپیہ اور کچھ مٹھائی بھینٹ کی گئی۔ اور وہ وداع ہوئے پھر ان دونوں نے کچھ پرساد لیا۔ اور دونو ہی ستوتر کا پاٹھ کرنے بیٹھ گئے۔ ماتا پڑھ رہی تھی اور بیٹا سُن رہا تھا۔ یہ کرتے کرتے بارہ بج گئے۔ لیکن اس رات روی کو نیند ہی نہیں آرہی تھی۔ ماتا سو گئی اور وہ اسی ستھان پر بیٹھا دیوی لکشمی سے پرارتھنا کرتا رہا۔ اس نے یہ بھی سُن رکھا تھا کہ وہ آدھی رات کے بعد سب گھروں کا معائنہ کرتی ہیں۔ اسلئے ایک لیمپ اور بڑا دیا جلتا رہا۔ جب چاروں طرف سناٹا چھا گیا اور باہر گھپ اندھیرا ہو گیا۔ کیونکہ اب دیئے تو سب بجھ گئے تھے۔ تو روی پرارتھنا کرتا کرتا نیند کی گود میں جا پہنچا۔ تھوڑی دیر بعد آنکھ کھل گئی۔ دیکھتا ہے کہ کمرہ جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔ ایک دویہ پرکاش کی چھٹا پھیل رہی ہے، جس کو وہ سہار نہ سکا۔ اس نے جھٹ آنکھیں موند لیں۔ اب اسکو ایسا پرتیت ہوا کہ کوئی اُس کے کان میں یہ کہہ رہا ہے۔ بیٹا روی! میں تمہاری پوجا سے بہت پرسنّ ہوں، آج میں سب سے پہلے تمہارے گھر میں پہنچی ہوں۔ اب تمہارے سب دلدر دور ہو جائیں گے۔ ایسی شردھا سے بھگوان کی پوجا کیا کرو۔ انہی کی آگیا سے میں یہاں آئی ہوں اور تمہیں یہ خوشخبری دے رہی ہوں۔ اس کے بعد جب اُس نے آنکھ کھولی تو وہی دیا جل رہا تھا۔ لیمپ کچھ مدھم ہو گئی تھی۔ صبح اُٹھتے ہی اُس نے اپنی ماتا کو یہ برتانت سنایا جو سُن کر خوشی سے پھولی نہ سمائی اور بولی

بیٹیا۔ دیوی تمہاری پوجا سے پرسن ہوتی ہے اگر تم پوجا میں شامل نہ ہوتے تو ایسا کبھی نہ ہوتا۔ اب اُن کے چہرے کھل گئے اور خوشی کے مارے اُن کی بھوک پیاس بھی بند ہو گئی۔ اُس دن پھر لکشمی پوجن کیا گیا اور گوردھن پوجا کے لئے کچھ سامگری تیار کی گئی۔ اتنے میں اس کے پتا نرندر جی جالندھر سے آ پہنچے اور آتے ہی اپنی دھرم پتنی کو بدھائی دی تو میرا مقدمہ خارج ہو گیا اور میں بحال ہو گیا۔ کل سے دفتر جانا شروع کر دوں گا۔ اور مجھے پچھلے چھ مہینہ کی تنخواہ بھی مل جائے گی۔ یہ سُن کر نرملا اور روی کی آنکھوں میں پریم کے آنسو آ گئے۔ اور نت مستک ہو کر پربھو کا دھنیہ واد کرنے لگے۔ اور اُسے اس رات گھر میں دیوی لکشمی کے پرویش کرنے کا ذکر کیا۔ جس کو سُنکر وہ باغ باغ ہو گیا۔ اور بے ساختہ اُس کے منہ سے نکلا دیوالی مبارک!

غزل

از

شہری دُکھ ہرن ناتھ نگہت

بیخود و بیدار ہوں جب سے کوئی مشکل نہیں
اِک تعین کا تھا پردہ وہ بھی اب حائل نہیں

غم نہیں ماضی کا مجھکو فکرِ مستقبل نہیں
جز خیالِ دوست کوئی مدعائے دل نہیں

اب نظر کا رُخ بدلکر بخشدے سوزِ حیات
مستقل وہ مسرتِ زیست کا حاصل نہیں

صحنِ گلشن سے قدم لینے کو کیوں آتی بہار
گر مرا رنگِ جنوں آرائشِ محفل نہیں

عشق خود رہبر ہے سچ پوچھو تو راہِ عشق میں
رہروانِ شوق کو دشواریِ منزل نہیں

لوحِ دل پر نقش ہو جائے نہ کیوں رودادِ غم
داستانِ عشق ہے افسانۂ باطل نہیں

کوچۂ جاناں ہے ہر ہر گام پہ سجدہ طلب
سر کے بل چلتا ہے جو اس فرض سے غافل نہیں

چھوٹ تو جانا یقیناً دامنِ صبر و قرار
مشکلاتِ زیست کا میں فطرتاً قائل نہیں

غم نہیں مجھکو تلاطم خیز ہے جو بحرِ عشق
کشتیٔ الفت کو نگہت حاجتِ ساحل نہیں

آنند (مسلسل)

(پُرسرور زندگی)

از۔ شری بھاگ مل سینی

اِس دوہا کا حقیقی مطلب یہ ہے کہ جیسا انسان سوچتا ہے، ویسا بن جاتا ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو تجربہ کر دیکھو جس طرح ہمّت والا انسان یقین کرتے ہی اپنے میں جوش و خروش، جرأت اور سرگرمی محسوس کرے گا ٹھیک اسی طرح وہ انسان جو اُس کے برعکس سوچتا ہے، وہ کمزوری۔ بزدلی۔ اپاہج پنے کا شکار ہو جاتا ہے۔ کسی کام کو ہاتھ لگانے سے پہلے دو چار بار کہو "میں نہیں کر سکتا" اور تم چند ہی لمحوں کے بعد دیکھو گے تم سچ مُچ اُس کے کرنے کے ناقابل ہو گئے، دل کمزور ہے۔ پاؤں میں لغزش ہے۔ ہم ہی تو تھے جو کام کے لئے آئے تھے ہاتھ پاؤں کام کے لئے مضطر تھے۔ اب بالکل برعکس کیفیت ہے پہلے تم جملہ طاقتوں کے بھنڈار "آتما" سے براہ راست طاقت لے رہے تھے۔ اب اُس سے محروم ہو گئے۔

خیر جو ماضی میں ہوا سو ہوا۔ ماضی کے ماتم کو چھوڑ دو۔ گزشتہ زمانہ واپس نہیں لایا جا سکتا" نہ راہ رفتن نہ جائے ماندن" "اے لب آرزو کہ خاک شدہ" وغیرہ بے بسی اور بے کسی کی باتیں چھوڑ دو۔ اب تمہیں اپنی زندگی کا پہلو بدلنے کی ضرورت ہے۔ اب تمہیں زندگی پلٹنے کی اشد ضرورت ہے۔ اور یہ کام تم کر سکتے ہو، قدرت کی جانب سے کسی قسم کی مجبوری نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں تمہیں خوابِ خرگوش سے جھنجوڑ جھنجوڑ کر جگانے کے لئے ایک باکمال شاعر کا نغمہ سُنانے ہیں کیونکہ :-

نہیں اہلِ سخن کی لب کشائی فیض سے خالی
صدف کا جب دہن کھُلتا ہے تب گوہر نکلتے ہیں

؎ تلاطم بحر میں کھیہ کر سنبھل جا۔ تڑپ جا پیچ کھا کھا کر بدل جا
نہیں ساحل تری قسمت میں اے موج۔ اُبھر کر جس طرف چاہے نکل جا

؎ جس سفینے کی تیرے قبضے میں پتواریں نہ ہوں
اُس سفینہ کو ڈبو دے بادباں کو توڑ دے

بحر میں تنکے کی طرح بہنا تو کچھ مشکل نہیں
بات تو جب ہے کہ طوفاں کے رُخ کو موڑ دے

خود تیری تدبیر ہی خلاق ہے تقدیر کی
کون کہتا ہے خدا پر زندگی کو چھوڑ دے

(علامہ سر اقبال)

قدرت تو بہ آواز بلند کہہ رہی ہے۔

"جاگو، اُٹھو اور چلے چلو۔ اور جب تک منزلِ مقصود تک نہ پہنچ جاؤ ٹھہرو نہیں"۔ (اُپنشد)

اس صدا کے سننے والے قدم اٹھائے ہوئے دھڑا دھڑ چلے جا رہے ہیں۔ جنہوں نے یہ آواز نہیں سنی کتوں کی طرح ادروں کے پاؤں کی ٹھوکروں سے بے موت مرے۔ پرگرتی کے گردش کرنے والے پہیوں نے اُن کو بڑی بے رحمی کے ساتھ پیس ڈالا مگر جنہوں نے اپنی اصلیت "آتما" کو جانتے ہوئے قدرت کی اس آواز کو سُنا وہ ترقی کے نصف النہار پر چڑھ کر سورج کی مانند چمک اُٹھے اس لئے مضبوط ارادے کے ساتھ اپنے وشواس اور یقین میں اچل رہ کر آگے ہی آگے بڑھے چلو۔ ڈرتے کیوں ہو تمہارے دل میں کسی قسم کا خوف نہیں ہونا چاہیئے ہمیں ہر سخت تجربہ کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ خوف کاہے کا؟ ڈرنے اور مایوس ہونے کی بات ہی کونسی ہے؟ کیا سخت تجربات کو پیٹھ دکھلاؤ گے۔ بزدلی، کمزوری، غلامی کی زندگی بسر کرنے کی بجائے میدانِ کار میں بہادروں کی مانند کام آؤ۔

آتما کے لئے کہیں بھی ڈر نہیں۔ شیش ناگ کے مستک پر پاؤں جمانے والا ارجن کا مقدس ماب رتھ بان کنور کنہائی کس زوردار الاپ میں اپنے لافانی نغمہ کو سُنا رہا ہے ؎

تو وہ جوہر ہے، نہ ہو جس پر اثر شمشیر کا
بے اثر ہیں آتش و آب و ہوا تیرے لئے
پر فشاں ہو شوق سے اے طائر ایوانِ قدس
کیوں علائق ہو گئے دام و بلا تیرے لئے

(جاری رہے گا)

(حاشیہ کا مضمون)

سلسلہ: صفحہ ۲۵ سے

۱: جاگنا بیدار ہونا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ میں جاگے اپنی حیثیت سمجھے، ہوشیار ہو جائے اور تم سمجھ سکتے ہو کہ جبتک وہ بیدار نہ ہوگا اور اپنے آپکو نہ سمجھ سکیگا تب تک اُس سے نہ کوئی کام ہوگا۔ اور نہ وہ کام کرنیکے قابل بن سکیگا۔

۲۔ اُٹھنا مستعد ہونا۔ ثابت قدم ہونا۔ اور قوت ارادی کو مضبوط کر لینا ہے اور جبتک انسان میں ہمت، حوصلہ اولوالعزمی اور ارادہ و نیت میں پختگی نہ ہوگی۔ تب تک وہ کیا کام کرسکیگا۔ یا اُس سے یا اُسکی ذات سے کیا انصرام ہوسکے گا۔ یہ تم سمجھتے ہو، سمجھانے بجھانے کی ضرورت نہیں ہے (۳) چلے چلنا، کام کو جاری رکھنا ہے، جب کام کی ابتدا ہو جاتی ہے اور انسان برابر اُس کی تکمیل میں لگا رہتا ہے تو مصروفیت کا قانون اُسے خود بخود ترقی کی جانب رہبری کرتا ہے کہ نئے نئے تجربے حاصل ہوں گے جو نہ صرف اُسکی ملی تقویت، مزید علمی تقویت اور عملی تقویت کے باعث ہوں گے۔ بلکہ اُس کی زندگی عمل کی مجسم تصویر بنتی چلی جائے گی اور اس میں خوشنمائی، خوش ادائی اور خوشگواری خوشنمائی کی جمد خوبصورتیاں پیدا ہوتی چلی جائینگی اور وہ اپنے آپ کو ہر حال میں ہر وقت میں ہر شخص کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کا راز بغیر کسی کے بتائے ہوئے جان لے گا۔ کرتا اُستاد اور نہ کرتا شاگرد، مشہور مثل ہے "یک سیر علم را دہ من عمل بابد" یہ فارسی زبان کا مقولہ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک سیر علم کے لئے دس من عمل کی ضرورت ہے۔ اور یہ سبب ظاہر ہی ہے محض پڑھ لکھ لینے سے کوئی کام نہیں بنتا پڑھے معلومات کو عمل مشاقی کے مرحلہ سے گذارنا ہے

ہندو نوجوان کدھر کو؟

از
شری ہری چند خوشدل
ایم اے بی ٹی آف لیہ

جب سے ہمارا دیش انگریز کی غلامی سے آزاد ہوا ہے۔ تب سے بلا شک و شبہ مُلک نے سیاسی اعتبار سے کافی ترقی کی ہے۔ اقتصادی پہلو سے بھی مُلک کی حالت پہلے سے بہتر ہو رہی ہے لیکن جہاں تک اخلاقی حالات کا سوال ہے دیش دن بدن تنزل کی طرف بڑھتا جا رہا ہے۔ باوجود اسباب کے کہ یہاں ہزاروں دھارمک سنستھائیں، ادارے، انجمنیں، کلب، سوسائٹیاں اور اُپدیشک۔ سدھارک۔ ریفارمر برابر اپنے اپنے عقیدے اور اعتقاد کے مطابق کام کر رہے ہیں۔

دوسروں کا میں ذکر نہیں کر سکتا صرف ہندو سماج کے بارہ میں اپنے ہندو بھائیوں کا ایک برائی کی طرف دھیان دلانا اپنا دلی اور اولین فرض سمجھتا ہوں۔ بات کچھ کڑوی سی ہے۔ لیکن سچی ہے اور میرا خیال ہے کہ میرے ہم خیال سجنوں کی یہاں کمی نہیں اور کہ ناظرین میں سے بہتوں پر میری تحریر کا اثر ہوگا ۔ ۔

کیونکہ بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

آج کے ہندو نوجوان کا نکتۂ نگاہ سراسر بدل گیا ہے۔ سکولوں اور کالجوں میں بات بات پر جلسے جلوس۔ ہڑتالیں۔ پروٹسٹ ایک عام سی بات بن گئے ہیں۔ ضابطہ اور ڈسپلن کہیں کہیں دکھائی یا سُنائی دیتا ہے۔ آزادی کیا آئی بہت سے لوگ شتر بے مہار کی طرح آپے سے باہر ہو گئے۔ دھارمک تعلیم کی کمی نے اُن کے دل میں بڑوں کے تئیں شردھا۔ پریم اور خلوص میں کمی کر دی۔ سکولوں اور کالجوں کے ساتھ جہاں بے کاری بڑھی وہاں آزاد خیالی اور سرکشی نے زور پکڑا۔

کہاں وہ زمانہ کہ ہندو شاستر کے انوسار خاوند کا درجہ وشنو کے برابر اور بیوی کا لکشمی کے برابر اور کہاں نوجوانوں کے لالچ نے شادی جیسے نیک، مقدس اور پوتر کام کو ایک منافع بخش بزنس کی شکل دے دی۔ لیہ کے ایک رئیس سورگیہ سیٹھ مہر چند کے فرزند سیٹھ بال کرشن ڈھینگڑہ پانی پت نواسی سے بات چیت کے دوران میں میں اُن سے پوچھ بیٹھا کہ آپ کے خیال میں کیا وجہ ہے کہ اب لڑکیاں میٹرک۔ ایف اے۔ بی اے۔ ایم اے پڑھ کر بلکہ ڈاکٹنگ تک میں دلچسپی لے رہی ہیں۔ اُنھوں نے کہا: جب لڑکوں کا یہ مطالبہ ہو کہ اُنکی ہونے والی بیویاں اعلےٰ درجہ کی تعلیم یافتہ اور اَپ ٹو ڈیٹ ہوں تو اُن کی لڑکیوں کی سگائی اور شادی کا مسئلہ حل نہ ہو سکے گا۔" اُنکی یہ بات میرے دل لگی میں نے سوچا زمانہ آگیا ہے کہ جب ح "بیویاں شوہر بنیں گی۔ اور شوہر بیویاں۔

ہزاروں والدین کا اپنی لڑکیوں کو تعلیم دلوانے میں دیوالہ نکل جاتا ہے۔ اور جب جیسے تیسے

لڑکی تعلیمیافتہ اور جوان ہوجاتی ہے۔ لڑکے والا نخرے کرنے لگتا ہے۔ بزنس ہے۔ منگنی سے پہلے کمر توڑ مطالبات شرائط تقاضے۔ لڑکے کے لئے ولایت جانے کا خرچ۔ ریڈیو سیٹ۔ گولڈن، رسٹ واچ۔ ایرکنڈیشنر، ریفریجریٹر۔ الیکٹرک فین، کوچ، غالیچے، صوفہ سیٹ۔ غرضیکہ آج کے نواب واجد علی شاہ کو عیاشی کے تمام سامان ٹیکس کی صورت میں یا یوں کہیئے "اپنی قیمت" کی شکل میں ہونے والے سسرال سے اگر وصول ہو جائیں تو ٹھیک نہیں تو لڑکی کے باپ کو ارمان کی سزا بھگتنی ہوگی۔ اُس نے ایک لڑکی کیوں پیدا کی اس مہذب دور میں۔ لڑکا کیوں نہیں؟ سچ مچ لڑکی کا باپ ہونا گناہ ہے اور وہ شخص تو مہا پاپی ہے جس کے ہاں آدھ درجن لڑکیاں ہوں،

فرض کرلیا منگنی ہوگئی۔ شادی ہوگئی۔ اس کے بعد تو گرہست آشرم میں سکھ اور شانتی چاہیئے لیکن بدقسمتی سے بہت سی حالتوں میں ایسا بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ لالچی اور بے رحم پتی اپنی پتنی سے نت نئے تقاضے اور مطالبے کرتا ہے اور وہ بچاری اپنے باپ سے اُن کی تکمیل کی فرمائش کرتی ہے۔ لڑکی کا والد بچارا داماد سے اچھے اور خوشگوار تعلقات قائم رکھنے کی غرض سے مقدور بھر کوشش کرتا ہے لیکن ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے اور شوہر بھی تب اپنی ماں کے ذریعہ پتنی کو ہر بہانہ تنگ کرنا شروع کردیتا ہے۔ نتیجہ کیا ہوتا ہے یہی کہ مظلوم، ابلا، بے بس، بیکس دیوی اُس ہندو سماج کو جگانے کے لئے جو کیڑوں، مکوڑوں، پرندوں اور مردوں کو راضی کرنے کے لئے دانہ دنکا چاول یا چیرہ ڈالتی ہے اور مرنے والوں کے ہت کے لئے شرادھ کر کے دیا تو کہلاتی ہے اپنے کپڑوں پر مٹی کا تیل ڈال کر یا کسی اور طریقہ سے اپنی زندگی ختم کردیتی ہے۔ اخبارات میں خبر چھپ جاتی ہے اور پھر چپ چاپ چپ چھا جاتی ہے کہ گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔ آخر یہ سب کیوں؟

ہمارے لیڈروں میں سے اکثر کو سیاسی جوڑ توڑ اور ذاتی مفادات سے فرصت نہیں۔ ریفارمر اور سدھارکوں کو یہ معاملہ غیر اہم نظر آتا ہے۔ گورنمنٹ کا قانون بھی موثر معلوم نہیں ہوتا۔ جہیز روک بل ہو یا طلاق بل اُس کا منشا بھی تب پورا ہو جب عوام تعاون کریں۔ تب کیا؟ کیا ان ابلاؤں کی پکار، انکی قربانی بیکار رہ جائیں گے؟

اس سودا بازی کی لعنت کو دور کرنے کے لئے اُن نوجوانوں کو میدان میں آنا ہوگا جو میرے ہمخیال ہوں مجھے خوشی ہوتی ہے جب کہیں سے بھی ایسی خبر آتی ہے کہ نوجوان نے شادی سے پہلے شادی کے دوران میں بلکہ اُس کے بعد بھی کسی صورت میں اپنے سسرال سے ایک پائی کا بھی تقاضہ نہ کیا بلکہ اپنے ساتھ ایک دو آدمی لے کر گیا اور بنا کچھ کھائے پیئے اور نیگ کے محض ڈولی لے کر گھر آگیا۔ ایسی طبیعت کے نوجوان اگر آگے بڑھیں تو کیا ہی اچھا ہو۔

کبھی کبھی لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں مانگی جاتی ہے جو ٹھنے کو مل جاتی ہے اُٹھانے کو ہے

کہ ہم نے انقلاب چرخ گرداں یوں بھی دیکھے ہیں

خبر آئی لڑکے والے نے لڑکی لینے سے عین وقت پر شادی میں اسلئے انکار کردیا کہ اُس کا سسر اُس کے نئے مطالبات پورے کرنے سے معذور تھا۔ جھگڑا بڑھ رہا تھا کہ دولھا کا بہنوئی آگے بڑھا اور اپنے سالے سے بولا کہ اگر تم اپنے سسرال سے مطالبہ کر سکتے ہو تو میرے مطالبات بھی پورے کرو نہیں تو اپنی بہن کو اپنے گھر بٹھاؤ۔ دولھا صاحب اب گھبرائے یا الہ پڑ گئی سر پر نئی آج مصیبت کیسی آگئی۔ برخود پسندی بردیگراں میسند، جیسا سلوک تم اپنے لئے چاہتے ہو دوسروں سے ویسا کرو۔ آگئی ہوش دولہا میاں کو کیسی اچھی خبر۔ نہلا پر دہلا اِس کو کہتے ہیں۔ ایسے نوجوانوں کی بھی ضرورت ہے جو نہلے پہ دہلا ٹکا سکیں۔ ایلاؤں کا کلیان اِس طرح ہوگا۔

لڑکوں میں آزادی آئی۔ لڑکیوں میں بھی آگئی۔ کیا کچھ لڑکیاں من کو مار کر۔ دل پر جبر کرکے کھلم کھلا ایسا نہیں کر سکتیں کہ لالچی نوجوانوں سے شادی کا خیال ہی ترک کر دیں جب وہ جانتی ہیں کہ بہت سی ایسی سہاگنیں ودھوا بنیں اپنے لالچی خاوند کی بدولت اپنے والدین کے گھر بیٹھ کر اپنی قسمت کو رو رہی ہیں۔

خود سمجھنا ہی نہیں اوروں کو سمجھانا بھی ہے۔ اِس خیال کے مدِنظر ایسے نوجوانوں کو میدانِ عمل میں آنے کی ضرورت ہے جو اُن لالچی اور گمراہ نوجوانوں کو راہِ راست پر لا سکیں جو شادی کو بزنس اور لڑکی کو ایک کھلونا سمجھ کر اُس کی زندگی سے کھیلتے ہیں۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اگر اِس لعنت کو دور کرنے کے لئے میری سیواؤں کی کسی بھی سدھارک سنستھا کو ضرورت ہو تو میں پیچھے نہیں رہوں گا۔　ہری چند خوشدل بی اے بی ٹی
سونی پت

"سماج"

← از شریمتی سجنی بھارتی

میں تمہید شرح فسانہ کروں گی
مری اک عزیزہ بڑی نیک سیرت
وہ تقدیس پیکر، وفا کا مرقع
بجا ہے کہ تصویر تہذیب کہیے
نہ انسانیت کی اُسے جان کہیے
عزیزوں کے وردِ زباں ہو گئی تھی
وہ پیدا ہوا تھا جو فطرت کا منشاء
بہر طور میری بھی شرکت ہوئی تھی
خوشی میں تھا یہ دولہا والوں کا عالم
قرار آ رہا تھا، سکوں پا رہے تھے
غرض کُل ہر اسم کی تکمیل ہو لی
وہ کرنے لگی تھی سبھی کام دھندہ
اب اس کو مقدر کی تخریب کہیے
بُرائی کی تمہید ہونے لگی تھی !!
وُہی ساس جسکو تھا ارماں دُلھن کا
غرض فرق پیدا ہوا رنگ و بُو میں
اِدھر تو خسر بے سبب اُس سے برہم
سیاہی تھی رنگت میں۔ خامی نظر میں
جو دن ہیں مصیبت پڑے دل پہ بارے
ہر اک بیگناہی کی اسکو سزا دی
غرض ایک الزام۔ اجل اک بہانہ
شرافت پہ جاں اس نے قربان کر دی
سماج اور عشق نار وا ممکنت پہ تو
سزاوار بیشک نہیں آہ و زاری
نہیں عقل کا بھی تقاضا نہیں ہے

میں تنقید جورِ زمانہ کروں گی
بہت پاک باطن، بہت نیک طینت
وہ ہر طرح شرم و حیا کا مرقع
بجا ہے، کہ تصویر تہذیب کہیے
فرشتہ عفت بلکہ انسان کہیے
وہ نام خدا، اب جواں ہو گئی تھی
عزیزوں میں قائم ہوا اس کا رشتہ
مرے سامنے اسکی رخصت ہوئی تھی
ہمیشہ سے جیسے ہوں بیگانۂ غم
دُلھن کو بیاہے لئے جا رہے تھے
حجاب اُٹھ گیا اور دُلھن منہ سے بولی
گلے پڑ چکا تھا گرہستی کا پھندہ
یا حاضر زمانے کی تہذیب کہیے ؟
تبدیلی پہ تنقید ہونے لگی تھی !
سبب بن گئی اب وہ رنج و محن کا
لڑائی ہر اک دن تھی ساس اور بہو میں
اُدھر ساس کے طعن و تشنیع پیہم
وہی ایک منحوس تھی سارے گھر میں
نصیبوں جلی رات روتے گذارے
غرض مختصر یہ اُسے دِق لگا دی
الٰہی ہائے دنیا۔ الٰہی اُف زمانہ
بس اک زندگی تھی جو بلیدان کر دی
کہ ہنستا ہے تخریب انسانیت پہ
کہ مذہب پہ حاوی ہیں رسمیں ہماری
یہ کیا ہے اگر ظلم بے جا نہیں ہے

"سگن اور نرگن رام"

از

سنت ہری سنگھ جی مہاراج

"यन माया वशवर्ति विश्वमखिलं ब्रह्मादि देवा सुरा:
यत्सत्त्वाद् मृषैव भाति सकलं रज्जौ यथाहिर्भ्रम:।
यत्पाद प्लवमेक मेव हि भवाम्भोधेस्तितीर्षावतां
वन्दे ऽहं तमशेष कारण परं रामाख्य मीशं हरिम् ॥"

ترجمہ :- جن کی مایا کے وش ورتی تمام برہما آدی دیوتا اور اسر ہیں جن کی ستّا کو پائے ہوئے متھیا بھی پر پنچ رسّی میں سانپ کی طرح ست ہو بھاستا ہے۔ نیز جن کے چرن کمل سنسار ساگر سے ترنے کی اچھا رکھنے والوں کے لئے ایک ماتر او ٹمبن یعنی سہارا ہیں۔ اُن تمام جگت کے کارن سروپ پر برہم شری رام ہری کو میں وندھنا کرتا ہوں۔

یہ اُوپر کا شلوک پرم رام بھگت گوسوامی تلسیداس جی نے اپنے رام چرت مانس یعنی رامائن کے اندر بالکل شروع میں منگلا چرن کے رُوپ میں بیان کیاہے۔ چنانچہ اس میں آپ نے بھگوان رام کے (۱) **برہم سروپ** نیز (۲) **"الیشور سروپ"** (۳) **"پرتیک سروپ"** بھی ہونے کا نہایت اعلیٰ اور شاندار اشارہ دیا ہے۔ جنہیں ہم (۱) **"نرگن نراکار"** (۲) **"سگن نراکار"** **"سگن ساکار"** کے نام سے ترجمہ کرتے ہیں اور تشریح اس کی یوں کرتے ہیں کہ وہ جو گن اور آکار سے رہت ہے۔ نرگن "برہم تتو" ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ برہم کے نہ کوئی گن اور نہ ہی کوئی آکار ہے۔ پھر وہ جو گن تو رکھتا ہے مگر آکار سے رہت ہے۔ سگن نراکار "الیشور تتو" ہے۔ اور یہ بھی پرتکھش ہے کہ الیشور گو اننت گن سمپن ہے مگر کوئی خاص آکرتی یعنی آکار نہیں رکھتا۔ اسی طرح وہ جو گن اور آکار دونو کے سہت ہے۔ وہ سگن ساکار "پرتیک تتو" ہے جیسا کہ رام کرشن آدی الیشور کے پرتیک گن سمپن بھی ہیں۔ اور نر کی سی آکرتی رکھتے ہیں اور خوبی اس شلوک میں یہ ہے کہ گوسوامی جی نے ان تینوں سروپوں کا ادھی کرن یعنی آشرہ ایک ہی "شری رام تتو" بتلایا ہے۔ یوں یہ غور کرنے کی چیز ہے کہ گوسوامی جی کا شری رام جی میں کتنا اُونچا اور صحیح نقطۂ نگاہ ہے۔ یعنی وہ شری رام کو عین **برہم سروپ** نیز **الیشور سروپ**(۲) اور پھر **الیشور کا پرتیک ندھی**(۳) بھی مانتے ہیں اور ان تینوں سروپوں کی ایک

ہی ادھی کرن میں ایکتا کرتے ہیں۔ مطلب اُن کا یہ ہے کہ وہ جو من بانی کا ادشے پرے تتے سپے اکھنڈ پری پوُرن اُپنشد پُرش برہم تتو ہے۔ اور جو سب میں سب کچھ ہُوا سرب شکتی اور سروگیہ تمام جگت کی اُتپتی، استھتی اور پرلے کرنے والا ایشور تتو ہے وہی عین شری رام ہیں۔ جو جگت ریادہ کو استفا پن کرنے کے لئے اس رُوپ میں پرگٹ ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس بات کا اشارہ گوسوامی جی نے اوپر والے شلوک کے آخری پاد میں دیا ہے کہ اُن تمام جگت کے کارن ایشور نیز پر برہم شری رام کو میں بندھنا کرتا ہوں۔ جو ظاہرا طور پر سگن ساکار ہو کر بھی پوشیدہ سگن نراکار اور نرگن نراکار بھی ہیں۔ اور یہ نہ صرف گوسوامی جی مہاراج کا ہی اپنا زاویہ نگاہ ہے بلکہ یہ عین شاستر وکت اور تمام مہاپُرشوں کا سانجھا درشٹی کون ہے۔ لہٰذا اس میں کبھی بھی اسمبھاونا یا شک نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ پرم شردھا اور وشواس کو لئے ہُوئے اس کی اُپاسنا یعنی بھگتی میں اُتر جانا چاہیئے۔ اس کے اندر شک کرنا تو گویا بھگتی کی نیو کو کمزور کرنا ہے۔ باقی اگر ایسا سوال ہو کہ سگن ایشور تتو یعنی پرتیک سرُوپ کے ماننے کی چنداں ضرورت ہی کیا ہے جب نرگُن برہم تتو اور سگن ایشور تتو شاستری پرمان سے پہلے ہی سدھ ہیں۔ تو اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ چونکہ ایشور دھیان میں من کی ایکاگرتا کے لئے کوئی نہ کوئی اولمبن اوشیہ اپیکھشت ہے۔ اسی لئے ہمارے آچاریوں نے نرگن نراکار اور سگن نراکار کے علاوہ بھی سگن ساکار کی کلپنا کی ہے اور یہ نہایت واجب ہے کیونکہ بجز اس کے دھیان بھجن نہ صرف مشکل ہی ہے بلکہ امر ناممکن بھی ہے۔ اور تصدیق اس کی رام تاپنی اُپنشد سے بھی ہوئی ہے جہاں بتلایا ہے کہ بھگتوں کے دھیان بھجن سدھی کے لئے نرگن نراکار برہم بھی سگن وِگرہ کو دھارن کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ شرتی یہ ہے ....

"चिन्मयस्याद्वितीयस्य निष्कलस्य शरीरिण:।
उपासकानां कार्यार्थं ब्रह्मणो रूपकल्पना"॥

چنانچہ جب ایک مدت سگن ساکار کی پریم مئی بھگتی یا اُپاسنا ہوتی ہے۔ تو انتہکرن کی شدھی ہو جانے پر کرمشا سگن نراکار اور نرگن نراکار تتو بھی خود بخود نمایاں ہو جاتے ہیں۔ اب جبکہ شرتی بھگوتی اور پوُرب آچاریوں کا ایسا نقطۂ نگاہ ہے۔ اور انہوں نے ہمارے ہی کلیان کے لئے ایسی کلپنا کی ہے تو یقیناً یہ ہماری عین ناقص عقل ہوگی اگر ہم اِن کے اس درشٹی کون کو نہ سمجھتے ہوئے اِن کے اس خیال کو غلط ثابت کریں۔ پس تمام ترک چھوڑ کر انتہکرن کی نرملتا کے لئے سگن ساکار کی اُپاسنا میں فی الفور اُتر جانا چاہیئے۔

مگر پھر ہمارے بھائی ایک یہ بھی غلطی کر بیٹھتے ہیں کہ وہ سگن ساکار کے الگ الگ وگرہوں یعنی دیوتوں میں بھی بھید کا ڈھونگ گرہ کر لیتے ہیں کہ رام کرشن سے اور کرشن شنکر سے یا شنکر نارائن سے اور نارائن گورو نانک سے بھن بھن ہیں۔ اسی وجہ سے اگر کسی پرتیک کو لئے ہوئے وہ ایشور اپاسنا کرتے بھی ہیں تو دوسرے پرتیکوں کی نہ صرف اپاسنا ہی نہیں کرتے بلکہ ہجو یعنی نندہ بھی کرتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ ان کا باہم متفق

بھید ہو جانے سے پرسپر راگ دویش چلتا ہے۔ اور بجائے اس کے کہ ان کے انتہ کرن اس پرتیک اُپاسنا سے شدھ اور نرمل ہوں اُلٹے وہ گمراہ ہی رہتے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ انھیں جلدی ہی سگن ساکار یعنی پرتیک اُپاسنا سے اونچے نرگن نراکار یعنی ایشور کی اُپاسنا میں اُٹھ جانا چاہیئے تھا۔ اور ازاں بعد نرگن نراکار کے گیان میں بھی بس تمام وہم چھوڑ کر ایشور کے کسی ایک بھی پرتیک کی اُپاسنا کے لئے نت پر ہونا واجب ہے۔ وہ پرتیک بھلے ہی رام ہو یا کرشن، نارائن ہو یا شنکر۔ گورو نانک ہو یا بھگوتی درگا کیونکہ جب یہ سبھی پرتیک ایک ہی سگن ساکار کی پرتیمائیں ہیں تو پھر راگ دویش یا ویر درودھ کو کہاں گنجائش ہے۔ اسی لئے ایسی اُکتی جو عامیان کے اندر سنی جاتی ہے۔

"ایک رام دشرتھ کا بیٹا۔ ایک رام گھٹ گھٹ میں لیٹا
ایک رام کا سکل پسارا۔ ایک رام ہے سب سے نیارا"

کے متعلق غلط بیانی ہے اگر انہیں الگ الگ تو ہی سمجھا جائے۔ کیونکہ وہی جو دشرتھ نندن شری رگھوناتھ ہیں وہی تو گھٹ گھٹ کے آتما ہو کر سنسار کی اُتپتی استھتی اور سنگھار کرنے والے ایشور ہوتے ہیں۔ اور پھر ایک وقت تمام جگت اُپادھی سے رہت ہو کر پربرہم تو بھی مانے جاتے ہیں۔ دیکھئے کس خوبی اور دانائی سے گوسوامی جی نے اس بات کو سنہری الفاظ کے اندر رامائن میں ورشایا ہے۔ چنانچہ وہ چوپائی اور دوہرا یہ ہیں۔

چوپائی

"پد بن چلئی سُنئے بن کانا۔ کر بن کرم کرہی بدھ ناناہ
آنن رہت سکل رس بھوگی۔ بن بانی بکتا بڑ جوگی
تن بن پرس نین بن دیکھا۔ گرہیی گھران بن باس اشیکھا
اُس سب بھانت الوکک کرنی۔ مہمان ناس جائے کہم برنی

دوہا

"جیہیں ام گاویں وید بُدھ سو دشرتھ سُت بھگت ہت جاہیں دھریں منی دھیان　　سکل کوشل پتی بھگوان

(رتلسی رامائن بال کانڈ)

بس۔ واد و واد کا موسیوں نہ کیجے۔ رسنا رام رسائن پیجے" اس کبیر گی اُکتی کے انوسار تمام ترک وترک چھوڑ کر شری رام جی کے بھجن میں جُٹ جانا چاہیئے۔ لیکن وہ لوگ جو فقط بحث مباحثہ میں ہی اپنا قیمتی وقت کھوتے ہیں اور بھگوت آرادھن نہیں کرتے وہ مانو امرت تیاگ کر وش ہی پان کرتے ہیں۔ اصل چھوڑ کر نقل کے پیچھے دوڑتے ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ وہ بھی رمز شناس بنیں اور غلطی پہچانیں۔ راہ راست یہی ہے کہ پرماتما کی بھگتی اور نام سمرن سے ہی تمام دکھوں کی نورتی اور شانتی کی پراپتی ہوتی ہے۔ اور جب سبھی ایک ہی پرماتما کے نام ہیں۔ تو کس نام سے دویش یا نفرت کی جاوے۔ باقی یہ اپنے اپنے چت کے بھاؤ ہوتے ہیں کہ کسی کے

کوئی نام پر شردھا ہوتی ہے۔ اور کسی کے کوئی روپ پر۔ پس بہتر ہر ایک کی اپنی اپنی پسند پر ہی چھوڑ دینی چاہیئے اور کسی کے ساتھ اختلاف نہ رکھتے ہوئے اپنے تائیں تو جو نام اور جو روپ پر شردھا ہو اُس کے ہی اولمبن دوارہ ایشور بھجن کرنا مناسب ہے۔ پھر چونکہ نام اور نامی کا ابھید شاستر مانتا ہے۔ اس لئے جس نام سے بھی نامی کا سیون کیا جائے گا۔ اُس سے ہی اُسے نامی کا ساکھیات کار یا درشن ہوگا۔ ناموں کے اندر مطلق جھگڑا کرنا نہ چاہیئے۔ مگر وہ لوگ جو الگ الگ ناموں میں ہی ایک دوسرے کو جھٹلاتے ہیں بالکل نادان اور جاہل ہیں۔ وہ خود گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ وہ مقلد ہیں اُن کی تقلید ہرگز نہ کرنی چاہیئے۔ تقلید کے لائق تو وہ لوگ ہیں جن کی بانی شاستر دکت اور پرمان روپ ہے۔ مثال کے طور پر گوربانی لیجیئے۔ جسے ہم تمام پرمانوں کے اندر پرمان راج سمجھتے ہیں۔ اور یہ ذیل کا شبد بھی کس طرح رام نام کی مہماں کو آشکارہ کرتا ہے۔ سُنیئے:۔

(دھاردنا۔ پلے باندھ لے مناں پونجی رام نام دی)

"رام رام سنگ کر بیوہار　　رام رام رام پران آدھار

رام رام رام کیرتن گائے　　رمت رام سب رہیو سمائے

سنت جناں مِل بولو رام　　سب تے نِرمل پُورن کام

رام رام دھن سنچ بھنڈار　　رام رام رام کر آہار

رام رام وِسر نہیں جائے　　کر کرپا گورو دیا بتلائے

رام رام رام سدا سہائے　　رام رام رام لِو لائے

رام رام جپ نرمل بھئے　　جنم جنم کے کِل وِکھ گئے

رمت رام جنم مرن نوارے　　اُچرت رام بھئے پار اُتارے

سب تے اُوچ رام پرگاش　　نِس باسر جپ نانک داس

گورو گرنتھ (اگونڈ محلہ پنجواں)

پھر دوسری جگہ وہاں ہی شری کبیر جی یوں فرمائش کرتے ہیں۔

دھاردنا۔ سب دونے ڈھٹے جی رام تیرے نام بناں

رام سمر رام سمر رام سمر بھائی۔ رام نام سمرن بن بُوڈتے ادھکائی

بنتا سُت گیرہ سمپت سُکھدائی۔ اِن میں ناہیں کچھو تیرو کال اودھ آئی

اجامل گج گنکا پتت کرم کینے۔ تیؤ اُتر پار پرے رام نام لینے

سُو کر کُوکر جون بھرمتے تیؤ لاج نہ آئی۔ رام نام چھاڈا امرت کاہے بکھ کھائی

تج بھرم کرم بدھ نشیدھ رام نام لیہی۔ گور پرسادجن کبیر رام کر سنیہی"

نوٹ:۔ مندرجہ بالا یہ دونو شبد بڑے اُتساہ اور سمارو کے ساتھ نیز پورے ساج کے ساتھ بھی

کیرتن کے روپ میں راقم کے مکان بر موقع ۶/۱۱ پٹیل نگر الیسٹ پر جہاں سرا نتوار کو ست سنگ کے علاوہ کیرتن بھی ہوا کرتا ہے۔ شری گورکھ ناتھ جی نندہ ایڈیٹر رسالہ ادم کی اپستھتی میں مورخہ ۱۱/۹/۶۰ کو گائے گئے۔ اس کے علاوہ کئی دیگر واکیہ بھی شری رام نام کی مہماں پر کبیر جی نے لکھے ہیں۔ انھیں بھی سنئیے :-

۱۔ کبیر میری سمرنی رسنا اوپر رام — آد جگادی سکل بھگت تا کو سکھ بسرام

۲۔ کبیر میری جات کو سب کو ہنسے ہار — بلہاری اس جات کو جیہہ جپیو سرجنہار

۳۔ کبیر ڈگ مگ کیا کریں کہا ڈولا دیں جیو — سرب سکھاں کو نائیکو رام نام رس پیو

۴۔ کبیر سوئی مکھ دھن ہے جا مکھ کہیئے رام — دیہی کس کی باپری پوتر ہو ئیگو گرام

۵۔ کبیر سپنے ہوں بر ڈائے کے جیہہ مکھ نکسے رام — تا نکے پگ کی پاہنی میرے تن کو چام

بلکہ گورو گرنتھ کی سماپتی پر توجس کے بعد کوئی اپدیش گورو جی نے نہیں دیا اور جسے سارے ہی گرنتھ صاحب کا نچوڑ سمجھنا چاہیئے۔ یہ ذیل کا شلوک بھی سنا گیا ہے۔

رام نام اُر میں گہیو جاں کے سم نہیں کوئے — کہو نانک سنکٹ مٹے درس تہارو ہوئے

تو بس اس قدر مضبوط دلیل نیز گوسوامی تلسیداس کبیر اور گورو نانک کی پختہ شہادت سے یہ چیز بالکل صاف کر کے دکھلادی گئی ہے کہ سوائے ایشور سمرن کے سکھ اور شانتی کو راہ نہیں اس پہ بھی اگر یہ سمرن بھگوت کے سگن اور نرگن تتو کے بودھ پوربک ہو تو اور بھی سونے پر سہاگہ ہے۔ لہٰذا ہر سالک سکھرو کو چاہیئے کہ وہ ایشور کا سروپ صحیح برتم کرنے کے بعد ہی اس کی اپاسنا میں اترے جیسا کہ دیوان دلی رام جی نے بھی اشارۃً بتلایا ہے۔

" باید اول شاہ خود شناختن ، بعد ازاں در بندگی برداختن " اور اتنا ہی اسوقت ہم رام نام کی مہماں میں کافی سمجھتے ہیں۔ (ادم شم)

شری رام اربنم استو

ادم کے پریمیوں کی تعریفی چھٹیاں

آتم درشی ۔ پوتر آتما ۔ بھگت شری گورکھ ناتھ نندہ جی ۔ جے سچدانند

آپکا رسالہ ادم موصول ہوا ۔ گیان اور وویک کا بھنڈار ہے ۔ آپ نے آنند کا سمندر کوزہ میں بند کر دیا ہے اس کو پڑھ کر اس کے مطالعہ سے آدمی اپنے دین اور دنیا کو سدھار سکتا ہے ۔ بھگتی اور گیان کوٹ کوٹ کر بھرا ہے ۔ اس کے مطالعہ سے مایا سرپٹ بھاگتی ہے شرت اور شبد کی پراپتی ہوتی ہے ۔ اور نجانند کا آنند آتا ہے ۔ آپ دھنیہ ہیں ۔ دھنیہ ہیں ۔

آپکا ۔ بلاقی رام نندہ

۶ ۔ ہیٹنگ روڈ نئی دہلی

گوسائیں تلسیداس جی کا اسلوبِ بیان

(قسطِ دوئم)

از شری لیلا رام شاہ فیروزپوری

گوسوامی تلسیداس جی کے خاص دوستوں میں عبدالرحیم خان خاناں ۔ دربارِ اکبری کے مشہور جرنیل راجہ مان سنگھ ۔ بھگت مال کے مصنف شری نابھاجی اور سوامی مدھوسودن سرسوتی کا نام لیا جاتا ہے۔ عبدالرحیم خان خاناں سے دوہوں میں خط و کتابت ہُوا کرتی تھی۔ اِن کے علاوہ اُن کے تعلقات دیوان ٹوڈرمل سے بہت گہرے تھے۔ ٹوڈرمل کے سوا اور کسی انسان کی تعریف اُن کی تصنیف میں نہیں ملتی۔ "پاربتی منگل" نامی کتاب کے پہلے صفحے پر گوسائیں تلسیداس جی نے یہ الفاظ لکھے تھے۔

"میں اپنی اس ناچیز تصنیف کو دیوان ٹوڈرمل کی بھینٹ کرتا ہوں"

تلسیداس کی تصانیف میں "رام چرِتر مانس" کے علاوہ (۱) وِنے پتریکا (۲) دوہاولی (۳) کوِتاولی (۴) گیتاولی (۵) راماگیہ پرشن (۶) بروے راماشنی (۷) گوری کا جوبن (۸) پاربتی منگل اور جانکی منگل بہت مشہور ہیں۔

مگر تلسیداس کی رامائن کو جو مقبولیت حاصل ہوئی وہ دوسری کتابوں کو نصیب نہیں ہوئی،

ایک بات اور بھی قابلِ ذکر ہے تلسیداس اپنے عہد کے تمام اسالیب پر پُوری طرح حاوی نظر آتے ہیں۔ اِن کے عہد تک پانچ اسالیب کا پتہ چلتا ہے۔ ایک تو ویرگاتھاؤں کا رزمیہ زور۔ دوسرے وِدیاپتی اور بھگت سورداس کے گیتوں کی گونج۔ تیسرے کبیر کی بانی اور دوہوں کی ترتیب چوتھے گنگ کوی اور درباری بھاٹوں کے کبت سویے وغیرہ کا انداز اور پانچواں ایشوری داس اور ملک محمد جائسی کے دوہے اور چوپائیوں کی طرز۔ تلسی داس کا رام چرتر مانس" ان تمام اسالیب سے اپنا آئینہ خانہ سجاتا ہے یہ تلسی داس کی عظمت کی دلیل ہے کہ اُنہوں نے ایک ایسی ہمہ گیر کہانی اپنے فکر و خیال کے لئے منتخب کی جس میں یہ پانچوں اسالیب بڑی ندرت کے ساتھ اُبھرتے ہیں۔ اس میں رام اور سیتا کا رومان، فراق اور ہجر کے روح فرسا واقعات، بھرت اور لکشمن کی قربانی۔ راون کے خلاف جنگ کے رزمیہ مناظر اور دیومالا کی پُراسرار فضا سبھی کچھ ہے۔

انسانی فطرت اور نفسیات کے بہترین نمونے تلسی داس نے پیش کیے ہیں خاص طور پر ایسے لمحات جہاں انسان پر جذبات کا غلبہ ہونا زیادہ قرینِ قیاس ہے۔ مثلاً جنگل کے سفر میں اہالیانِ اجودھیا کی ہمدردی۔ جنک باٹیکا میں رام چندر جی اور مہارانی سیتا جی کی شادی سے پہلے ملاقات۔ راجہ دشرتھ

موت اور شرون کمار کے ماں باپ کی بد دعا اور اس قسم کے دوسرے مناظر بڑی شدت تاثیر کے ساتھ کھینچے گئے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ تلسی داس جی بھگوان رام چندر کے نورانی پیکر کو کسقدر خوبصورتی سے انسانی لباس پہنانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

ایک اور خوبی جو تلسی رامائن میں جھلکتی ہے تلسی داس کا اودھی اور برج بھاشا پر کامل عبور ہے موقع اور محل کے مطابق الفاظ اور زبان کا استعمال کرتے ہیں۔ ایک طرف اُن کے وزیر سنسکرت آمیز زبان بولتے ہیں۔

سیوہم سم انی دکت اکھنڈا دیپ سکھا سوئی پرم پرچنڈا
انم انوبھو سکھ سو پرکاشا تب بھو مول بھید بھرم ناشا

اور دوسری طرف نوکر اور نچلے طبقے کے غلام گفتگو کرتے ہیں۔ تو یہ زبان استعمال کرتے ہیں۔

بھوری جوگ کہا ہمارا بھلے اُو کہت دکھ رؤ رہیں لاگا
کہت جھوٹ پھری بات بنائی تے بر یہ تمہیں کرہی میں مائی

اس کے علاوہ رام چرتر مانس میں جگہ جگہ پر وعظ و نصیحت کی باتیں تلسی داس نے کسی نہ کسی کردار کی زبان سے کہلائی ہیں۔ ان باتوں میں ہندو مذہب کی تعلیم ہی محدود نہیں بلکہ اس دور کے اخلاق فلسفہ تمدن اور عام دستور کا بھی ذکر ہے۔ لیکن اس رنگا رنگی کے باوجود تلسی داس عظیم شادی کا دامن نہیں چھوڑتے ہے تلسی کرت رامائن کا ہر ایک باب بڑا ہی دلکش اور شعریت سے رنگین۔ خصوصاً بال کھنڈ۔ کشکندھا کھنڈ، سندر کھنڈ۔ لنکا کھنڈ۔ اور اُتر کھنڈ۔ تلسیداس کی لیاقت اور ادبی خدمات کے صلے میں شہنشاہ اکبر اور عادل شاہ نے جاگیر عطا فرمائی تھی۔ جاگیر اور معافی کے کاغذات آج کل راجپورہ کے رہنے والے ایک شخص بدری پرشاد کے ہاں محفوظ ہیں علاوہ ازیں تلسی رامائن کا ایک قلمی نسخہ راجپورہ کے ایک برہمن منی لال کے گھر میں ہے۔

کہا جاتا ہے کہ سوامی تلسیداس جی پیدا ہوئے تو پانچ برس کے بچے کی طرح اُن کے منہ میں پورے دانت تھے۔ اور پیدائش کے فوراً بعد رونے کی بجائے اُن کے منہ سے "رام" کا لفظ نکلا۔ ان دو باتوں کے پیش نظر اُن کے والد انھیں بھوت پریت سمجھ کر کھنیتوں میں پھینک آنے کی صلاح کر رہے تھے کہ اُن کی ماں نے اپنی ایک خادمہ منیا کو دے دیا۔ وہ انھیں لے کر اپنے سسرال چلی گئی۔ پانچ سال کے بعد منیا کے انتقال پر ان کے باپ آتما رام دوبے کو اطلاع دی گئی مگر اُس نے لڑکے کو واپس لینا منظور نہ کیا۔ کچھ دن اُن کی پرورش کسی نہ کسی طرح ہوتی رہی۔ اس کے بعد بابا نرہری داس جی نامی ایک مہاتما انہیں اپنے پاس کاشی میں لے گئے۔ اور کاشی کے پنچ گنگا گھاٹ پر ایک کٹیا بنائی۔ بالمیکی رامائن کا اپدیش دیا۔ وہاں تلسی داس جی کی ملاقات شیش سناتن نامی ایک سادھو سے ہوئی۔ اُن سے ویدانت

شاستر اور شاعری کے اصول سیکھے۔ پھر واپس راجپور لوٹے۔ تو اُن کے خاندان کا کوئی بھی آدمی زندہ نہ تھا۔ اور گھر بھی گر گیا تھا۔ چنانچہ مایوس ہو کر گوسوامی جی اپنے سسرال میں گئے۔ بچپن میں ہی اُن کی شادی جمنا پار کے رہنے والے ایک بھاردواج براہمن یم دونیہ کی لڑکی سے ہو چکی تھی۔ یم دونیہ اُن کی علمیت سے بہت متاثر ہوئے۔ تلسی داس جی کو اپنی بیوی سے بہت عشق تھا۔ اور یہی عشق اُنھیں روحانیت کی طرف لے گیا۔ کہتے ہیں کہ ایک بار دردِ فراق سے بیقرار ہو کر تلسیداس اپنی بیوی سے ملنے کے لئے ایک طوفانی ندی پار کر کے اُس کے گھر پہنچے۔ بیوی نے طعنہ دیا۔ جتنا مجھے چاہتے ہو۔ اُتنا اگر شری رام جی کو چاہتے تو نجات کی منزل تک جا پہنچتے۔ یہ بات تلسی داس کو ایسی لگی کہ گھر بار چھوڑ دیا۔ سادھو ہو گئے۔ تیرتھ یاترا کے سلسلے میں رامیشورم۔ کیلاش۔ برندابن۔ کاشی۔ پریاگ، اجودھیا گئے۔ چترکوٹ میں رہے اور یہاں اُن کی ملاقات ۱۶۱۶ئہ بکرمی میں بھگت سورداس سے ہوئی۔ جو کرشن بھگتی کے علمبردار تھے کہا جاتا ہے کہ بلوا منگل عرف سورداس کی فرمائش پر ہی گوسائیں جی نے اپنی کتاب "گیتاولی" تصنیف کی۔ ۱۶۸۰ئہ بکرمی میں اُن کا انتقال ہوا۔ ساون شکلا سپتمی تلسی تجیو سریر۔ ساون کی سات تاریخ بروز اتوار تلسی نے چولا بدلہ۔

میٹرک باٹ

لازمی

یکم اکتوبر ۱۹۶۰ء سے ذیل کے علاقوں میں سبھی لین دین میں میٹرک باٹوں کا استعمال لازمی ہوگیا ہے، تمام تجارتی میٹرک باٹوں پر محکمہ ناپ و تول کے حکام کی مہر ہونا ضروری ہے۔ دوسرے بغیر مہر والے باٹوں کا استعمال بغیر قانونی ہوگا

آندھرا پردیش۔ اوشاکھاپٹنم، کرشن گنٹور، کرنول، حیدرآباد، وارنگل اور نظام آباد کے اضلاع اور ریاست کی تمام باضابطہ منڈیاں

آسام۔ ضلع نوگاؤں اور گوہاٹی شہر

بہار۔ بھاگلپور، رانچی ڈویژن اور پٹنہ و ترہٹ ڈویژنوں کے میونسپل اور نوٹیفائیڈ علاقے

گجرات۔ احمد آباد، راجکوٹ، بڑودہ کے شہر اور ریاست کی تمام باضابطہ منڈیاں۔

کیرالہ، کوزی کوڈ۔ ارنا کلم اور کوئلہ کے اضلاع

مدھیہ پردیش۔ جبلپور، اندور، گوالیار اور جبل پور کے اضلاع

مدراس۔ مدراس، چنگل پٹ، جنوبی ارکاٹ، شمالی ارکاٹ کے اضلاع اور ریاست کی تمام باضابطہ منڈیاں۔

مہاراشٹر۔ بمبئی، پونا، ناگپور، اورنگ آباد، شعلاپور، کولہاپور، اکولہ، امراوتی، واردھا، یوت مال کے شہر اور ریاست کی تمام باضابطہ منڈیاں۔

میسور۔ بنگلور، رائچور، دھارواڑ کے اضلاع اور ریاست کی تمام منڈیاں۔

اڑیسہ۔ برہم پور، کٹک اور سمبل پور کے شہر

پنجاب۔ امرتسر، جالندھر، لدھیانہ، انبالہ، پٹیالہ اور گوڑگاؤں کے اضلاع اور ریاست کی تمام باضابطہ منڈیاں۔

راجستھان۔ اجمیر، بیکانیر، جودھپور، جے پور، کوٹہ اور اودے پور کے اضلاع

اترپردیش۔ میرٹھ، آگرہ، لکھنؤ، بریلی، مرادآباد، وارانسی، کان پور، جھانسی، الہ آباد اور گورکھپور کے شہر۔

مغربی بنگال۔ کلکتہ اور ہوڑہ کے میونسپل علاقے۔

دہلی۔ دہلی کا سارا علاقہ۔

ہماچل پردیش۔ منڈی اور سرمور کے اضلاع

منی پور۔ امپھل شہر

تری پورہ۔ اگرتلہ شہر

جزائر انڈمان و نکوبار۔ پورٹ بلیر شہر

پانڈی چری۔ پانڈی چری کا سارا علاقہ

ذیل کی صنعتوں اور کاروباروں میں سبھی لین دین میں میٹرک باٹوں اور پیمانوں کا استعمال لازمی ہوگیا ہے۔

پٹ سن، سوتی کپڑے، لوہا و فولاد، انجینیری ساز و سامان بھاری رسائن سمینٹ نمک کاغذ۔ ریفریجریٹر غیر آہن آمیز دھاتوں اور ربڑ کی صنعتوں، وناسپتی صابن سازی۔ اونی چیزیں تیار کرنے کی صنعت۔ کپاس کے وعدہ بازار کے کنٹروں میں اور کافی بورڈ کے لین دین میں۔

میٹرک نظام

آسانی و یکسانی کیلئے

DA 60/409

جاری کردہ بھارت سرکار

ڈی اے ۶۰/۴۰۹

دل کو سمجھاتا ہے دل

از
حکیم ریلداس جی
مضطر

اے دل۔ تو دُنیا داروں کی طرف کیوں دیکھتا ہے؟

کیا اِن کی طرف سے دیکھنے سے تجھے کچھ فائدہ حاصل ہو سکتا ہے، میرے خیال میں بجائے فائدہ کے نقصان ہی ہوگا۔ بھلا کیوں۔ سُن۔ وہ کون سا ایسا دُنیا دار ہے جو دعوے سے کہہ سکے کہ مجھے اور دُنیاوی یعنی مال و دولت کی ضرورت نہیں بھگوان کی اِس وسیع کائنات میں بڑے سے بڑے امیر بلکہ راجوں مہاراجوں کو آزما لے سب یہی کہیں گے۔ کہ ابھی کچھ کمی ہے۔ اور میں پورا نہیں ہوا -- پھر اے دل جو خود محتاج ہے جس کے اندر کمی ہے وہ تجھے کیا دیگا۔ اچھا مان لیا۔ کہ اگر وہ کچھ دے گا بھی۔ تو وہ تیرے پاس کب تک رہے گا جس طرح اُس دینے والے کے پاس نہیں رہا۔ اِس طرح تیرے پاس بھی نہیں رہے گا۔ یہ مایا کا اٹل قانون ہے کہ ہمیشہ ایک جگہ نہیں رہ پاتی۔ اگر آج یہاں ہے تو کل وہاں۔ پیارے دل۔ تیرے لئے تو یہ مایا اپنا قانون توڑنے سے رہی۔ وہ تو ابتدا سے جس قانون پر عمل کر رہی ہے۔ اسی طرح ہی کرتی رہیگی۔ خواہ تجھے اِس کا قانون پسند ہو، خواہ ناپسند وہ تیری پسندیدگی اور ناپسندیدگی کی پرواہ نہیں کرے گی۔ وہ تو وہی کچھ کرے گی جو کچھ کہ اس نے کرنا ہے۔ جب حقیقت یہی ہے تو پھر تو دُنیا اور دُنیا داروں کی طرف کیا دیکھتا ہے۔

پیارے دل۔ تو بھی سچا ہے۔ کیونکہ جنم جنم کے سنسکاروں سے تجھے کسی کی طرف دیکھنے کی عادت ہو گئی ہے۔ جب تک کسی کی طرف نہ دیکھے۔ تجھے آرام ہی نہیں آتا۔ ... ٹھیک ہے عادت بُری بلا ہے۔ لیکن پیارے آ میں تجھے ایک ایسا راز بتلاتا ہوں۔ کہ تیری عادت بھی پوری ہو جائے۔ اور کام بھی بن جائے۔ چونکہ تجھے کسی کی طرف دیکھنے کی عادت ہے۔ اس لئے میں بھی تجھے یہی کہتا ہوں کہ دیکھ ... دیکھ ... ہاں ٹھیک آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ ... مگر دُنیا والوں کی طرف نہیں بلکہ اُس کی طرف جس نے تجھے پیدا کیا ہے۔

وہ کیسا سندر ہے کیسا خوبصورت ہے۔ اِس بات کا اندازہ تو آپ ہی اِس بات سے لگا لے کہ جس نے یہ منوہر دُنیا پیدا کی ہے۔ جو اِس جسم کی خوبصورت، دل کش، سندر، ملی آویزہ دُنیا بنا سکتا ہے۔ وہ کیسا خوبصورت ہوگا۔ جس نے چاند جیسی خوبصورت چیز بنائی۔ جس نے پھولوں جیسی مستی پیدا کرنے والی چیز بنائی۔ جس نے لاتعداد قسم کے خوبصورت پرندے بنا کر اُن کو رسیلی سُر عطا کی۔ وغیرہ وہ خود اِن سے کئی گنا بلکہ لاتعداد گنا سندر ہوگا پس تو اپنی عادت پوری کرنے کے لئے دُنیا داروں اور اُن کی جھوٹی نمائشی بناوٹ کو نہ دیکھ۔ بلکہ صرف اُسی کو دیکھ جس نے اِن کو سب کچھ دیا۔

پیارے دل۔ تو دُنیا دار کی طرف اِس لئے بھی دیکھتا ہے۔ کہ تجھے اِس سے اپنی غرض پوری ہونے کی اُمید نظر آتی ہے ✻ کہ اگر کسی وقت تجھے کچھ دیگا بھی۔ تو تو تمام زندگی اس کے احسان کا ایسا زیر بار رہے گا۔ کہ اُس کے آگے چوں بھی نہ کر سکے گا۔ اور وہ دُنیا دار بھی یہی تصور کرتا رہے گا۔ کہ تو اِس کا زرخرید غلام ہے۔ لیکن اے دل، اب دیکھ۔

✻ لیکن یاد رکھ

اس بات میں اور اُس بات میں کتنا فرق ہے۔ اور پھر اس قدر فرق کے بعد بھی کیا تو چاہتا ہے۔ کہ ایک فانی انسان کا زیرِ بار رہ کر تمام عمر اُس کے احسان کے نیچے دوبارہ کر اپنی آزادی برباد کر دے۔ نہیں پیارے۔ ایسا ہرگز نہ کرنا۔ اس سودے میں تو سراسر نقصان ہی نقصان ہے۔ اور اُس میں نفع ہی نفع۔

اور اے دل۔ ذرا پھر اس بات پر غور کر لے کہ انسانی امداد خواہ کتنی مقدار میں کیوں نہ ہو، تجھے سیر نہیں کر سکے گی۔ تاوقتیکہ مالک حقیقی کی رحمت شاملِ حال نہ ہو۔ اور پھر یہ بھی عین ممکن ہے کہ وہ انسان جس پر تو بھروسہ رکھتا ہے جس کے ساتھ تیری اُمیدیں وابستہ ہیں کسی بھی وقت تجھ سے دست کشی کر لے۔ یا اس دُنیا سے ہی چل بسے۔ تو پھر بتلا۔ اس حالت میں تیری کیا حالت ہوگی۔ یہ تو آبِ سراب سے پیاس بجھانا ہے تو بادل کے سایہ پر اعتبار کرنا ہے، یہ تو آکاش کے پھولوں کی خوشبو سے مستی پیدا کرنا ہے۔ یہ تو ریت میں سے تیل نکالنا ہے۔ جو کہ ہرگز ہرگز ممکن نہیں۔ اے دل۔ اگر تُو نے اِن خود غرض انسانوں پر اعتبار کیا تو یاد رکھ۔ کہ تیرا گلشن اُمید کبھی بھی ہرا بھرا نہ ہوگا۔ اور

اے دل۔ تُو نے سُن رکھا ہے۔ کہ جس نے بھی اُس کی پناہ لی، وہ تمام ترنفکرات سے آزاد ہو گیا۔ ہر مذہب کے بزرگ یہی تعلیم دیتے آئے ہیں کہ اے انسان اُسی ایک کی طرف دیکھ۔ اُسی ایک کی ذات پر بھروسہ کر۔ دُنیا کی کسی بھی حالت پر یقین نہ رکھ۔ یہ دُنیا تو دریا کی لہروں کی طرح چلتی آرہی ہے۔ چل رہی ہے۔ اور چلتی رہے گی۔ اس کی روانی پر اعتبار نہ کر۔ اس کی لہروں پر تصویر بنانے کی کوشش نہ کر۔ پانی کی لہروں پر کس نے تصویر بنائی ہے جو تو بنا سکے گا۔ مطلب یہ کہ مالک حقیقی کی رحمت کے بغیر کس کی بن آئی ہے۔ جو تیری بن آئے گی۔ کیا تو نے نہیں سُنا۔ کہ ؎

کیا فائدہ فکر بیش و کم سے ہوگا ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ ہوا ہوا کرم سے تیرے جو کچھ ہوگا۔ تیرے کرم سے ہوگا

بس اے دل۔ اگر تو آنند کی زندگی بسر کرنا چاہتا ہے۔ اگر تو دین اور دُنیا میں سرفراز رہنا چاہتا ہے۔ اگر تو کسی کا زیرِ بار رہنا نہیں چاہتا۔ اگر تجھے ایک حقیقی ہمدرد مہربان کی ضرورت ہے اگر تو اپنی تمام ضروریات سے بیفکر رہنا چاہتا ہے تو کسی بھی انسان کا آسرا نہ لے کسی بھی انسان سے اپنی اُمید نہ رکھ... دیکھ دیکھ۔ صرف اُس مالک کی طرف۔ کہ جس کے دربار کے آگے۔ اس دُنیا کے شہنشاہ بھی دست بدعا رہتے ہیں۔ اور کہ جس کے دروازہ سے کوئی بھی سچا سوالی خالی نہیں آیا۔ جو سب کچھ دے کر بھی کچھ احسان نہیں جتلاتا۔ بس اُس ذات حقیقی کی رحمت کا طلبگار ہو۔ کیونکہ ؎

تلسی بروا باغ کے سینچت ہی کمُلائیں ہری بھروسے جو رہیں پربت پہ ہریائیں

اُس کے بھروسہ پر تیرے دل کا باغ ہمیشہ ہرا بھرا سر سبز شاداب رہے گا۔ پسے دُنیا کی گرم ہوا خراب نہ کر سکیگی۔ اب تیرے گلشن دل میں دُنیا سے بے پرواہی کے پھول کھلنے شروع ہو جائیں گے۔ اور تو تمام انسانوں میں رہتا ہوا۔ ان سے بریم رکھتا ہوا بھی۔ ان سے آزاد بے پرواہ زندگی بسر کرتا رہے گا۔ اب تو کسی فانی انسان کا دست نگر نہ ہوگا۔ کیونکہ تو نے حقیقی سخی کا دروازہ دیکھ لیا ہے۔ اچھا اے دل۔ اب رخصت۔ اس مجلس میں اس نصیحت پر غور کر عمل کر۔ اور بے پرواہ ہو جا۔ آئندہ مجلس میں پھر ملیں گے۔

بھگوان وششٹ کا شری رام جی کو اُپدیش

از شری سوامی پری پورنانند جی

بھُولو نہ رام خود کو جننک کے دم میں دم ہے
حیراں اُداس تب ہی سمجھے ہو گر جسم خود کو
پہچان اپنی کر لو تم جسم و جاں نہ دِل ہو
سمجھو نہ جسم خود کو جانو کہ ذاتِ حق ہوں
قائم جہاں کیا ہے تیرے خیال نے ہی
تیری نظر سے قائم سارا جہان بھی میں ہوں
واحد ہو ذاتِ مطلق تجھ میں جہان نہیں ہے
بھرپور سب میں تم ہی اے رام رم رہے ہو

جانو خودی کو موذی بھاری بڑا یہ غم ہے
بھُولے ہو ذات اپنی جس میں نہ نام غم ہے
شاہد مگر ہو سب کے مجھ میں نہ رنج و غم ہے
تم محض علم و ہستی تجھ میں کہاں الم ہے
چھوڑو خیال دیکھو غائب جہاں عدم ہے
میری نگاہ میں رمتا اک رام زیر و بم ہے
تم خود بنے جہاں ہو اس میں نہ بیش و کم ہے
از ماہ تا بہ ماہی تیرا اگر اعلم ہے

بولے یہ رام سن کر اے رہنما پورن
قربان نثار ملکہ تے قدموں پہ سر بھی خم ہے

سالنامہ شانتی انک ۱۹۶۱ء

باتصویر

ایک لاجواب پُستک تیار ہو رہی ہے۔ اس میں اعلیٰ پائیہ کے مضامین نظمیں اور بھگوان کے انیہ بھگتوں کی کتھائیں ہوں گی۔

ہر ایک الپشیونہ بھگت اور پرمارتھ سادھن کے جگیاسو کو یہ دھرم پُستک ضرور منگوانی چاہیئے۔ اس سے محروم رہنا ایک زبردست غلطی ہوگی قیمت فی کاپی دو روپیہ ہوگی۔ لیکن رسالہ "اوم" کے مستقل خریداروں کی سیوا میں مفت بھینٹ کی جائے گی۔ فوراً سالانہ چندہ -/۸/۶ روپیہ ارسال کر کے اس کے حقدار بنیں۔

مینیجر

اوم کا حلقہ ست سنگ

از دیوان پنڈیداس چوپڑہ بی اے

شری میان شام لال کشمیر سے لکھتے ہیں۔

سوال: گرہستی منش کے لئے ایکاگر چت ہونے یا یوگ کرنے کا کونسا آسان طریقہ ہے؟

جواب: شری میان جی! جو روحانی مُسافر منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لئے آسان راستہ کی تلاش میں ہے اُس کے دِل میں ابھی آزادی یا مکتی کے لئے سچی تڑپ نہیں ہے ؎

عُرفی اگر بگریہ میسّر شدے وصال
صد سال مے تواں بہ تمنا گریستن

عُرفی شاعر کہتا ہے کہ اگر وصالِ یار کے لئے گریہ زاری ضروری ہو۔ تو میں سو سال رونے کے لئے تیار ہوں۔

پھر گورو گوبند سنگھ جی فرماتے ہیں ؎

جے توہے پریم کھیلن کا چاؤ
سر دھر تلی گلی موری آؤ

سید وارث شاہ فرماتے ہیں:-

اوتھے خودی گمان دی جا نا ہیں سر دیجیئے تاں اوتھے جایئے
وارث شاہ محبوب نوں تد ملئے جدوں اپنا آپ گوائیے

پھر سکھ گورو فرماتے ہیں

سکھی کھنڈے دی دھار ہے تلوار وں تکھی
اوتھے جل نہ سکے گیری بھائی والوں نکی

اگر آپ آسان طریقہ کی تلاش میں ہیں تو مقصود پانے کی اُمید ترک کر دیں۔ یاد رکھیں کہ کسی شے کی قیمت اتنی ہی ہوتی ہے جتنی مشکلات اس کے حاصل کرنے میں پیش آتی ہیں۔ اور سچی قیمت ادا کرنے کا خواہشمند ہمیشہ عمدہ شے حاصل کرتا ہے۔

مَیں جانتا ہوں کہ کئی طرح کے رہبران دین یوگ کے عجیب عجیب طریقے عوام کو پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اُنہوں نے آسان طریقہ دریافت کیا ہے لیکن وہ دھوکا دیتے ہیں اور دوسروں کی غلط رہنمائی کرتے ہیں۔ یوگ کا بہترین اور مکمل اور مشکل ترین اور آسان طریقہ وُہی ہے جس کی تلقین کہ پاتنجل منی نے اپنے یوگ شاستر میں کی ہے۔ جبتک کہ کوئی انسان یم نیم کا پالن نہیں کرتا ہے وُہ یوگ کی اگلی منزلوں کو عبور نہیں کر سکتا ہے۔

آہنسہ، ستیہ، استیہ، برہمچریہ، اپری گرہ یم ہیں اور شوچ، سنتوش، تپ، سوادھیائے، ایشور پرنی دھان نیم ہیں۔

یموں پر عمل کرنے سے انسان کے بیرونی دُنیا کے ساتھ تعلقات ہیں جو تضاد یا ٹکراؤ ہے وُہ ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد وُہ یوگ کی باقی منزلیں طے کر سکتا ہے۔

یاد رکھیں سیدھا راستہ صرف ایک ہی ہے اور در اصل وُہی سب سے چھوٹا راستہ ہے کیونکہ صرف وُہی راستہ منزل مقصود پر لے جاتا ہے جسے قیمتی گوہر کی پہچان ہے وُہ ہمیشہ حقیقی گوہر حاصل کرنے کا خواہشمند رہتا ہے۔ خواہ اُسے کتنی ہی قیمت ادا کرنی پڑے۔ وُہ تھوڑی سی قیمت ادا کر کے نقلی کانچ نہیں خرید سکتا ہے۔ (جاری رہیگا)

جنوری ۱۹۶۱ء کا سالنامہ
"شانتی انک" ہوگا

فون نمبر 55141

کرشن بھگتی اور رس

از
شری چنن رام دھیمان
ایم اے بی ٹی

من ایک ایسی پہیلی ہے کہ جو آج تک کسی کی سمجھ میں نہیں آئی۔ من کو سمندر سے تشبیہہ دی جاتی ہے۔ سمندر اتھاہ ہوتا ہے۔ اُس میں بیشمار لہریں اُٹھتی رہتی ہیں۔ کچھ لہریں چھوٹی ہوتی ہیں۔ اور کچھ بہت بڑی۔ کچھ لہریں سمندر میں اُٹھ کر کچھ ہی دُور جا کر اُس میں دوبارہ سما جاتی ہیں۔ اور کچھ بہت دیر تک ٹکراتی رہتی ہیں۔ اور بہت دُور جا کر سمندر میں سماتی ہیں۔ جُوں ہی ایک لہر سمندر میں سما جاتی ہے۔ تُوں ہی نہ جانے کب اُس سے دوسری لہر اُٹھتی ہے۔ اور پھر تیسری علےٰ ہذالقیاس۔ من کا بھی ٹھیک ایسے ہی حال ہے۔ اس میں سے بھی بیشمار لہریں اُٹھتی ہیں۔ ان لہروں کو سنسکرت میں ورتیاں کہتے ہیں۔ جب ایک ورتی اُٹھتی ہے۔ تو اُس کے شانت ہونے سے پہلے ہی اُس کی کئی مددگار اور ورتیاں اُٹھ کھڑی ہوتی ہیں۔ اِن ورتیوں کا لگاتار اُٹھنا ہی من کی بے چینی کہی جاتی ہے۔ جیسے سمندر کی لہروں کو پکڑنا ناممکن ہے ویسے ہی من کی ورتیوں کو سو فیصدی روک دینا بھی ناممکن ہی ہے۔ من کو قابو میں لانا اُتنا ہی کٹھن ہے جتنا کہ ہوا کو باندھنا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے ارجن بھگوان کرشن سے گیتا کے چھٹے ادھیائے میں کہتے ہیں۔ کہ ہے کرشن! من بڑا چنچل ہے۔ یہ بڑا منہ زور ہے اِس کی شکتی کا بھی کوئی ٹھکانہ نہیں۔ ہٹھ کا بھی یہ پکّا ہے۔ اِسلئے اِس کو اپنے قابو میں لانا میں اُتنا ہی مشکل سمجھتا ہوں جتنا کہ ہوا کا باندھنا۔"

اِن ورتیوں میں سے کچھ ورتیاں تو سردیوں کے بادلوں کی طرح اُٹھتے ہی نشٹ ہو جاتی ہیں۔ اِن ورتیوں کا عملی رُوپ کچھ بھی دیکھنے میں نہیں آتا۔ وُہ بجلی کی طرح من کے بھیتر ہی اُٹھ کر ذرا سی دیر بعد ہی میں ختم ہو جاتی ہُوئی دکھائی دیتی ہیں۔ دوسری قسم کی ورتیاں چیت میں سدا موجود رہتی ہیں۔ کوئی بھی اُنکو نہ دبا سکتا ہے اور نہ چھُپا سکتا ہے وُہ اپنے مطابق حالات میں خود بخود پرگٹ ہو جاتی ہیں۔ اور بار بار منش کو رس کا لابھ کراتی رہتی ہیں۔ یہ ورتیاں منش کے من میں رس لابھ کے لئے بہت سی کامناؤں کو بڑھاتی ہیں۔ اِن کامناؤں کو عملی رُوپ میں لانے کے لئے منُش کا شریر طرح طرح کی حرکتیں کرنے لگتا ہے۔ اور سنسار کی جدوجہد میں جُٹ جاتا ہے۔ اِن کامناؤں کے اچھے اور بُرے ہونے پر ہی منش کے کام کی اچھائی اور بُرائی کی ماپ ہوتی ہے۔ یہ کامنائیں بے شمار ہیں۔ لیکن اپنے پہلے لیکھ میں میں نے لکھا تھا کہ اِن کامناؤں کو ودوانوں نے صرف تین بھیدوں میں ہی گھٹا دیا ہے۔ وُہ تین ہیں۔ (۱) دھن کی خواہش (۲) پُتر کی خواہش۔ (۳) شہرت کی خواہش۔ باقی خواہشیں تو ان تین میں سے کسی نہ کسی کی مددگار ہوتی ہیں۔

(باقی پھر)

Monthly 'OM' Delhi.

Vol. 27 November 1960 Regd. No. D. 84

Title Printed at Kanwal Art Press Ajmeri Gate, Delhi-6